ماہنامہ
المرشد

قد افلح من تزکّٰی و ذکر اسم ربہ فصلّٰی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

جولائی
2008ء

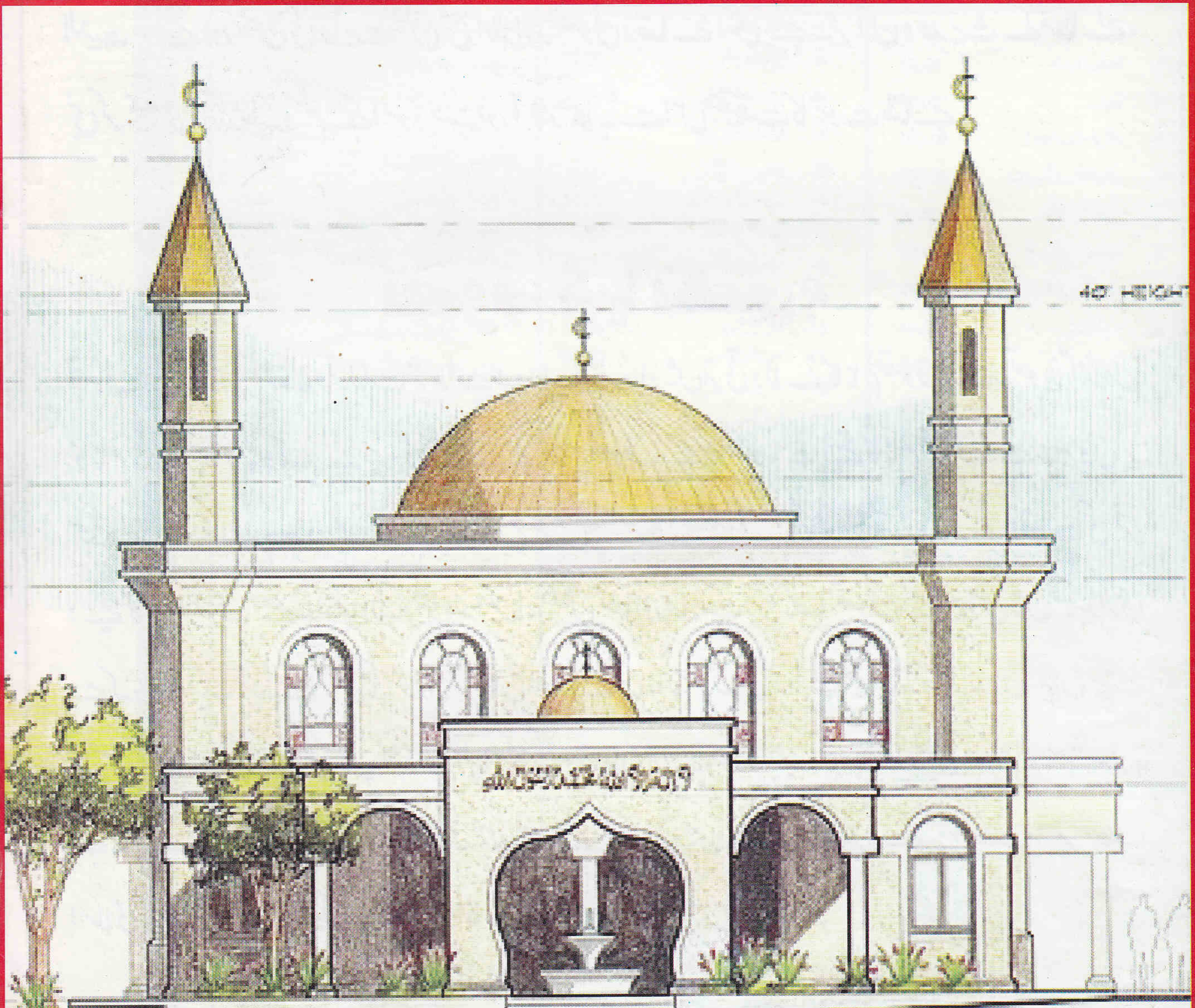

لانگ مارچ نے احتجاج اور فساد کا فرق واضح کر دیا۔ امیر محمد اکرم اعوان

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

بُرائی اور بھلائی اپنے نتائج میں کبھی ایک نہیں ہو سکتیں لہٰذا بُرائی کو بھی نیکی اور بھلائی کر کے ٹال دیا کریں اور بُرائی کا جواب بُرائی سے دینا تو بہر حال عداوت کو بڑھاتا ہے مگر نیکی کی جائے تو اکثر دشمن کو بھی دوست بنا دیتی ہے۔ عمومی زندگی میں مسلمان کے لئے یہ حسن عمل اس کی کامیابی کا راستہ ہے جیسے کسی نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو بُرا بھلا کہا تو آپ نے فرمایا اگر میں ایسا ہوں تو توبہ کرتا ہوں اللہ مجھے معاف کرے اور اگر تو غلط کہہ رہا ہے تو دعا ہے اللہ تجھے معاف فرمائے۔ یہ نعمت ان لوگوں کو عطا ہوتی ہے جو صبر اختیار کرتے ہیں اور جلد باز نہیں ہوتے اور ایسے لوگ بہت ہی خوش نصیب ہوتے ہیں اور اگر ایسی حالت میں کوئی شیطانی شرارت محسوس ہو یعنی غصہ وغیرہ آنے لگے تو فوراً اللہ کی پناہ حاصل کی جائے اللہ کو یاد کیا جائے کہ وہ ہر حال میں سننے والا بھی ہے اور ہر حال سے واقف بھی۔ یاد رہے کہ یہ قاعدہ عمومی زندگی کے لئے ہے اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ احکام شرعی پامال ہوتے رہیں اور اہل باطل کو چھوٹ دے کر مسلمان حسن سلوک کا بہانہ کرتے رہیں جیسا آج کل اپنے مفاد پہ چوٹ آئے تو فوراً چیخ اُٹھتے ہیں اور دین بے شک برباد ہوتا رہے وہاں حسن سلوک یاد آجاتا ہے۔

اداریہ

لانگ مارچ کی انفرادیت

14 جون 2008ء کو وقت سحر جناح ایونیو اسلام آباد پر ایک نئی تاریخ رقم ہوئی' بے شمار افواہوں' ان گنت وسوسوں اور لاتعداد اندیشوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے گرمی اور حبس کی شدت کے باوجود لاکھوں افراد دور دراز کے علاقوں سے آ کر پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے جمع ہوئے بلاشبہ یہ اسلام آباد کی تاریخ کا سب سے بڑا عوامی اجتماع تھا جو ''لانگ مارچ'' کے نام سے ملکی تاریخ کا حصہ رہے گا۔ جدید ذرائع ابلاغ کے توسط سے دنیا بھر میں کروڑوں لوگوں نے ٹی وی سکرین پر اس اجتماع کی ایک ایک حرکت کو بنظر غائر دیکھا۔

لانگ مارچ کے انداز، مقاصد' اثرات اور مضمرات کے حوالے سے ملکی پریس میں بہت کچھ لکھا گیا' لکھا جا رہا ہے اور لکھا جاتا رہے گا کیونکہ اس انوکھی طرز کے اجتماع کو نظر انداز کر دینا ممکن نہیں رہا۔ کلبلاتے ہوئے موضوعات اور سلگتے ہوئے مسائل کے انبوہ کثیر کے باوجود اہمیت وافادیت کے لحاظ سے لانگ مارچ کو اداریہ کا موضوع بنانے کا فیصلہ ہوا۔ اس حوالے سے امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ' کی رائے جاننے کی کوشش کی تو آپ نے فرمایا ''وکلا کے لانگ مارچ نے احتجاج اور فساد کا فرق واضح کر دیا ہے ہمارے ملک میں جب بھی احتجاج ہوا تو وہ فساد کی شکل اختیار کر گیا' املاک کا نقصان' گاڑیوں کو جلانا' فائرنگ اور اس نوعیت کے دیگر اقدامات نے احتجاج کو فساد میں بدل دیا لیکن ملکی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا کہ لاکھوں لوگ اسلام آباد میں جمع ہوئے احتجاج ریکارڈ کرایا اور گھروں کو لوٹ گئے۔ اتنا غیر معمول اجتماع پوری طرح پر امن رہا اور کہیں کوئی شیشہ تک نہ ٹوٹا۔ دوسری اہم بات یہ کہ پہلی بار تعلیم یافتہ طبقہ اتنی بڑی تعداد میں احتجاج کرتا نظر آیا۔ ترقی یافتہ ممالک میں بھی احتجاج کا یہی طریقہ رائج ہے اور یہی احتجاج کا صحیح انداز بھی ہے وکلاء تحریک بہت اچھی موومنٹ ہے اور لانگ مارچ بہت کامیاب رہا۔''

امیر محمد اکرم اعوان سے جب اس سلسلہ میں استفسار کیا گیا کہ کیا لانگ مارچ کے شرکاء کو دھرنا دینا چاہیے تھا تو انہوں نے فرمایا ''اگر لانگ مارچ کے شرکاء دھرنا دیتے تو یہ احتجاج یقیناً فساد میں تبدیل ہو جاتا۔ وکلاء تحریک کے قائدین نے دھرنا نہ دینے کا فیصلہ کر کے ہوشمندی اور بصیرت کا ثبوت دیا ہے''۔ امیر محمد اکرم اعوان نے مزید فرمایا کہ ''قانون پر عمل درآمد شروع ہو جائے تو ملک بہتری کی طرف چل نکلے گا''۔

امیر محمد اکرم اعوان کافی عرصہ سے بظاہر سیاست اور سیاسی معاملات سے الگ تھلگ نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ملکی سیاست پر بھی بہت گہری نظر رکھتے ہیں اور ملکی منظر نامے پر گزرنے والی کوئی حرکت ان کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ انٹرویوز اور بیانات کی صورت میں اکثر ملکی حالات پر اُن کا تبصرہ پریس کے ذریعے سامنے آتا رہتا ہے۔ لانگ مارچ اور وکلاء تحریک کے حوالے سے ان کا دوٹوک اور واضح موقف دراصل وکلاء تحریک کو ایک طرح کا خراج تحسین ہے جو ان کے لئے یقیناً حوصلہ افزا ثابت ہوگا۔ امیر محمد اکرم اعوان نے ہمیشہ قانون کی حکمرانی کی بات کی ہے۔ ان کا ہمیشہ سے ایک ہی موقف رہا ہے کہ قانون جو بھی ہے اور جیسا بھی ہے اُس پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔

موجودہ حالات میں جب سیاسی جماعتوں کی کارکردگی' سیاسی لیڈروں کے رویے' امن وامان کی رخصتی' عدل وانصاف کی عدم فراہمی' مہنگائی کے طوفان اور لوڈ شیڈنگ کے عذاب نے عام آدمی کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔ وکلاء تحریک روشنی کی کرن بن کر نمودار ہوئی ہے اور لوگوں نے اس تحریک سے بہت سی توقعات وابستہ کر لی ہیں۔ اُمید کی جاسکتی ہے کہ وکلاء کی یہ تحریک ملک میں تبدیلی لانے کا سبب ثابت ہوگی اور لوگ سکھ اور چین کا سانس لے سکیں گے۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

- گردِ سفر
- نشانِ منزل
- کونسی ایسی بات ہوئی ہے
- سوچ سمندر
- متاعِ فقیر
- آس جزیرہ
- دیدۂ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

''میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں، اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار ورموز۔ میں نے بہت سکھایا کم، سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرمؒ کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آ سکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کرلیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔''

نعت

مطلعِ انوار ہے شہرِ مدینہ دیکھ لو
سبز گنبد کا جڑا اس میں نگینہ دیکھ لو

بٹ رہے اس کی کرنوں سے جہاں میں پھول دیکھ
ہے جواہر سے گراں ترانؐ کے در کی دھول دیکھ

بٹ رہی ہیں رحمتیں سارے جہانوں کے لئے
مرغِ دل تڑپے سدا ان آشیانوں کے لئے

عاصی وبدکار بھی رہ پا گئے در پر ترے
کیا عجب رحمت کے موتی سج گئے در پر ترے

بن رہا تھا یہ جہاں جنگل درندوں کا حضورؐ
آپؐ نے بانٹا بنی آدم میں پھر اُلفت کا نور

باغی وسرکش بنے عابد و زاہد بے شمار
جان کے در پے تھے جو ان کو بنایا جاں نثار

بھولے بھٹکے آدمی اللہ کے در پر آ گئے
تھے جو بچھڑے مدتوں سے پھر سے گھر پر آ گئے

آپؐ کے لطف وکرم سے بات بگڑی بن گئی
تھے مطیع شیطان کے لیکن اب اس سے ٹھن گئی

وہ ہی بندے جو جہاں میں اپنے رب سے دور تھے
وہ ہی بندے بن گئے روشن منارے نور کے

ہو کرم سیماب پر بھٹکا ہے عصیاں میں غریب
دل ہو روشن نور سے دیدار باری ہو نصیب

اقوالِ شیخ

☆......دنیا کے قائم رہنے کے لئے نیکی اور بدی میں توازن ہونا ضروری ہے اگر برائی ہی بڑھتی رہے تو دنیا تباہ ہو جائے اسی لئے جب بھی دنیا میں ناشکری اور کفر بڑھتا ہے تو اللہ کریم اپنے انوارات و برکات بھی بڑھا دیتے ہیں کہ دونوں پلڑوں کا توازن قائم رہے۔

☆......جب بھی اسلام کا احیاء ہوگا اس کی بنیاد ذکر الٰہی اور ذاکرین ہی ہوں گے' بدکار اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا سبب نہیں ہوں گے' بدکاروں کے پاس حکومتیں اور سلطنتیں تو ہو سکتی ہیں لیکن دین کی خدمت کا کام اللہ دین داروں سے ہی لیتا ہے۔

☆......دنیا اسی دن گلوبل ویلیج بن گئی تھی جس دن حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''اے اولاد آدم تم جہاں کہیں بھی ہو میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں''

☆......تزکیہ قلوب' آخرت کا سکہ اور وہاں کی کرنسی ہے جتنا کسی کا تزکیہ ہوگا اس کی اُس عالم میں اتنی حیثیت ہوگی۔

☆......کوئی شخص بھی فرشتہ نہیں بن سکتا نہ ہی فرشتہ بننا اسلام کا تقاضا ہے لیکن کم از کم خود کو انسان بنائے رکھنا ضروری ہے۔

☆......تصوف اور مراقبات کا حاصل یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو ذاتی طور پر جاننے لگ جائے اور سننے سنانے سے بات آگے نکل جائے۔

☆......انسانیت ایک دوسرے کی دشمن ہو جائے تو اُس میں انسانی اوصاف نہیں رہتے وہ تباہی کی جانب رواں دواں ہو جاتی ہے۔

☆......ہر فرد انسانیت کے باغ کا اہم حصہ ہے' ہر فرد ضروری ہے کوئی دشمن فالتو نہیں' کوئی شخص اس قابل نہیں کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے' ہر شخص اتنا ہی اہم ہے جتنا ہم اپنے آپ کو اہم سمجھتے ہیں یہ فلسفہ سمجھ میں آ جائے تو جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔

دانش وبینش کا معیار

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 04-01-2008

الحمدللّٰہ رب العلمین o

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّاٰلہٖ

واصحابہٖ اجمعین o

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم o

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیم o

وللّٰہ ملک السمٰوٰتِ والارض ...... انک لا تخلفُ

المیعاد o سورۃ آل عمران آیت نمبر 189 تا 194

اللھم سبحنک لا علملنآ الا ما علمتنا اِنَکَ انت

العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبداً

عَلیٰ حَبِیبِکَ مَنْ زَانَت بِہٖ الْعُصُروا

انسان کو اللہ کریم نے تھوڑی سی فرصت دے کر دارِ دنیا میں بھیجا ہے اسے اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے مہلت عمل دی ہے ارادہ واختیار دیکر فیصلہ کرنے کا حق دیا ہے اب انسان کو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے اور کاروبار دنیا کو اللہ کے بتائے ہوئے قاعدے پر رہنے دے اور جو کام اسکی ذمہ داری ہوں انہیں وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے دائرے کے اندر انجام دے۔ لیکن انسان اللہ کی عظمت کو بھول کر اپنی بڑائی میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے دنیا میں فساد پھیلتا ہے اس سے پہلے والی آیت میں فساد کی بنیاد یہ بات بتائی گئی ہے کہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ انکی ایسی تعریف کی جائے جو وہ حقیقتاً نہیں ہیں یعنی وہ عملاً وہ کچھ نہیں ہوتے لیکن وہ چاہتے یہ ہیں کہ انکی تعریف ہو اور اسی بات سے اس رویے سے بُرائی اور فساد پھیلتا ہے اور یہ رویہ بڑے لوگوں کا ہی نہیں ہے یہ بیماری ایک عام آدمی کو بھی ہوتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک عام آدمی کے ہاں شادی بیاہ کا موقع آ جائے تو وہ قرض لیکر اس طرح خرچ کرتا ہے جو اسکی حیثیت نہیں ہوتی پھر قرض چکا نہیں پاتا تو بات بڑھ کر گھروں کی نیلامی تک پہنچ جاتی ہے یا چوری ڈاکے کی ضرورت پیش آتی ہے یہی مرض جب بڑے لوگوں کو لاحق ہوتا ہے تو وہ بھی ایسی تعریف چاہتے ہیں جس کے وہ مستحق نہیں ہوتے یوں عام آدمی کی بُرائی اس تک اور اسکے اہل خانہ تک کو متاثر کرتی ہے اور بڑے لوگوں کی خرابیاں قوموں کے لئے مصیبتیں پیدا کرتی ہے حالانکہ حق یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی ساری حکومتیں صرف اللہ کے لئے ہیں ارض وسماء میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اتنا نازک نظام ہے کہ ایک ایک ذرے کا کروڑواں حصہ بھی ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے اور ہر چیز کسی نہ کسی طرح کسی سبب سے وابستہ ہے اور تمام اسباب مسبب الاسباب کے دستِ قدرت میں ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے بنائے ہوئے قوانین بڑے نازک اور بڑے حساس ہیں لیکن اتنے مضبوط ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت انہیں توڑ نہیں سکتی۔

ان فی خلق السمٰوت والارض واختلاف الیل والنھار لاٰیتِ لاولی الالباب . صاحب دانش لوگوں کے لئے تخلیق کائنات میں نشانیاں ہیں۔ وہ جب اللہ کی نشانیوں پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ زمینوں آسمانوں میں سے ہر چیز کا سراعدم میں نابود ہوجاتا ہے کچھ بھی نہیں تھا محض عدم سے اللہ کریم نے آسمانوں کو تخلیق فرمایا آسمانوں کی وسعتوں میں ایک کارخانہ قدرت رواں دواں کیا اسی طرح زمین کو پیدا فرمایا جو اتنی نرم ہے کہ آپ ایک سوئی سے کھودنے لگیں تو کھدتی چلی جاتی ہے اور اتنی مضبوط ہے کہ بڑے بڑے قلعے اور عظیم الشان عمارتیں اٹھا کر کھڑی ہے اس کی آغوش خزانوں سے پُر ہے اللہ کی مخلوق ازل سے اسکے سینے سے اُگتی فصلوں سے اناج اور دوسری نعمتیں کھارہی ہے اور ابد تک جب تک دنیا قائم رہے گی لوگ اس سے رزق کھاتے رہیں گے اور اس کے خزانوں میں کمی نہیں آئے گی۔ درخت پھلوں سے لدے رہتے ہیں یہ سب کہاں سے آتا ہے؟ کون بناتا ہے؟ یہ نظام کس کے دست قدرت میں ہے؟ زمین کا سینہ اگر جینے والوں کے لئے روزی کا سبب ہے تو مرنے والوں کے لئے یہی زمین گود کی طرح ہے کتنی مخلوق اسکے سینے پر گزر بسر کررہی ہے اور کتنی مخلوق اسکی گود میں سما گئی۔ پھر زمین کی گردش سورج کا طلوع وغروب چاند کا گھٹنا بڑھنا روز اول سے لیکر آج تک ایک مقررہ نظام میں پرویا ہوا ہے بڑے سے بڑا حکمران دن کا دورانیہ گھٹا بڑھا نہیں سکتا رات کا مقررہ وقت تبدیل نہیں کرسکتا نہ کوئی رات کی تاریکی کو دور کرسکتا ہے اور نہ سورج کی تمازت کو روک سکتا ہے ان سب میں واضح مثالیں ہیں کہ یہ قادر مطلق کا بنایا ہوا نظام ہے اور کوئی ہستی ایسی نہیں سوائے اللہ کے جو اس میں تبدیلی لاسکے اور صاحب دانش لوگوں کے سمجھنے کے لئے یہ دلائل حقہ ہیں دلیل کو سمجھنے کے لئے بھی دانش اور شعور کی ضرورت ہے جو شعور سے عاری ہو اسے دلائل سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا۔ شعور وخرد کیا ہے؟ کون اہل خرد ہیں؟ اہل خرد وہ ہیں جو ان دلائل سے سبق لیتے ہیں۔ سورج تو ساری مخلوق پر طلوع ہوتا ہے سورج کا غروب ہونا تو ساری مخلوق دیکھتی ہے رات کا آنا سارے دیکھتے ہیں رات تو سب ہی بسر کرتے ہیں فجر تو سب پر ہی طلوع ہوتی ہے لیکن کتنے لوگ شب وروز کے آنے جانے اور ان میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے بارے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس میں اللہ وحدہٗ لاشریک کا حکم نافذ العمل ہے فرمایا وہ لوگ جنہیں یہ شعور نصیب ہے وہ اہل دانش ہیں الذین یذکرون اللہ قیماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم . یہ دانش وشعور اُن لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جو ہمہ وقت اللہ کی یاد میں مستغرق رہنے والے لوگ ہیں اُن کا کوئی حال اللہ کی یاد سے خالی نہیں ہوتا اُن کا کوئی لمحہ ذکر الٰہی سے خالی نہیں جاتا۔ دراصل خالق اور مخلوق میں اللہ جل شانہٗ اور انسان میں جو نسبت ہے وہ یہی ہے کہ بندہ اپنے خالق اپنے مالک کو یاد کرنے والا اُس سے یاد کا تعلق رکھنے والا ہو وہ اللہ کا بندہ ہے اور وہ اپنے اللہ سے اس تعلق کو قائم رکھے اور یہ تعلق اسکے ذکر سے بنتا ہے بڑھتا ہے ورنہ اس کے علاوہ انسان مخلوق ہے۔ خالق اور مخلوق میں کوئی اور رشتہ کوئی ہمسری کوئی نسبت دوسری بنتی ہی نہیں۔ سوائے اس کے کہ ہمہ اوقات اس کا نام لب پر ہو اس کی یاد دل میں جاگزیں ہو اور زندگی کا کوئی حال اس کی یاد سے خالی نہ ہو۔ اور زندگی میں انسان کی تین ہی حالتیں ہوتی ہیں یا وہ بیٹھا کام کاج کررہا ہوتا ہے یا بیٹھ کر سستاتا ہے یا آرام کرنے کیلئے لیٹ جاتا ہے یا سو جاتا ہے تو اہل دانش کی نشانی یہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر حال میں اللہ کو یاد کرنے والے ہوتے ہیں۔ دانش وبینش کا معیار کیا ہے؟ عام سطحی سوچ کے مطابق اہلِ دانش یا عقلمند اُسے کہا جاتا ہے جو دولت کمالے' بچے پال لے' گھر بنالے گاڑی خرید لے اور پُر آسائش زندگی گزار لے۔

حلال ذرائع سے یہ سب حاصل کرنا دانش مندی کا ایک پہلو ہے لیکن دانش مندی صرف یہی نہیں ہے اگر دانش کا معیار یہی ہے تو پھر یہ دانش سارے جانوروں میں ہے کوا اور چڑیا بھی یہی کام کرتے ہیں درندے اور جانور بھی اپنا ٹھکانہ بناتے اور بچے پال لیتے ہیں دراصل دانشمندی یہ ہے کہ مخلوق کو دیکھ کر خالق کی عظمت کا اندازہ کرے اور خالق کے ساتھ اپنا رشتہ استوار کرے جس کا واحد ذریعہ اسکی یاد ہے اس کا ذکر ہے اسکے نام کی تکرار ہے **واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلاً** (سورۃ مزمل آیت ۸) کہ اے میرے حبیب ﷺ اپنے رب کا نام نامی دہراتے رہیے اور اس قدر دہرایے کہ صرف اللہ اللہ دل ودماغ میں رہ جائے اور ساری کائنات محو ہو جائے۔ ساری مخلوق سے انقطاع کلی ہو جائے اور صرف اللہ کی ذات کا دھیان رہ جائے۔

یہی آیت اس بات کی دلیل ہے کہ سوائے ذکر قلبی کے یہ کام مکمل نہیں ہوتا نہ اس حکم پر عمل ہو سکتا ہے جبتک انسان کا قلب ذاکر نہ ہو جائے اس لئے کہ صرف قلب ہی وہ آلہ ہے وہ مشین ہے جو شکم مادر سے دھڑکنا شروع کرتا ہے اور لب گور تک دھڑکتا چلا جاتا ہے زندگی کا کوئی لمحہ ہو آدمی سو جائے یا جاگتا رہے کام کرتا ہو یا فارغ بیٹھ جائے خلوت ہو یا جلوت، بیماری ہو یا صحت، ہوش میں رہے یا بے ہوش، قلب ہمیشہ دھڑکتا رہتا ہے اپنا کام کرتا رہتا ہے اور جب تک یاد الٰہی دل کی دھڑکنوں میں بس نہ جائے ذکر دوام کے اس حکم پر عمل نہیں ہوتا جس کا حکم قرآن حکیم دے رہا ہے اسی لئے متقدمین نے اکابرین امت نے ذکر قلبی کو ہر فرد و بشر کے لئے ضروری اور لازم ٹھہرایا ہے۔

قاضی ثناء اللہؒ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ ذکر قلبی خفی ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے اس لئے کہ جو حکم نص قرآن سے ثابت ہو وہ درجہ وجوب ہوتا ہے اور جو چیزیں فرض یا واجب ہوتی ہیں اُن کے حصول کے ذرائع تلاش کرنا بھی واجب ہو جاتا ہے پھر ایسے لوگوں کی محفل میں بیٹھنا بھی واجب ہوگا جو قلب کو ذاکر کر سکیں ایسی محافل کو تلاش کرنا بھی واجب ہوگا اسی طرح جیسے وضو فرض نہیں ہے لیکن نماز پڑھنے کے لئے وضو کرنا لازم ہے۔ لباس کا پاک ہونا اور قبلہ کی طرف رخ ہونا بھی نماز کے وقت لازم ہے سو فرض کی ادائیگی اور فرض کی تکمیل کے لئے جو چیزیں ضروری ہوں اس وقت وہ بھی فرض ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اگر ذکر دوام واجب ہے تو پھر اسکی تلاش اور جستجو بھی واجب ہوگی ایسے لوگوں کی تلاش بھی واجب ہوگی ایسی محافل بھی واجب ہوں گی کہ جن کے ذریعے قلوب متوجہ الی اللہ ہو جائیں اور انسان کا کوئی حال ذکر اللہ سے خالی نہ رہے۔ اسی لئے جب حضرت عائشہؓ سے کسی نے آپ ﷺ کے ذکر کے بارے پوچھا تو ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ہر حال میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے (ابوداؤد۔ مسلم) یہ تو انبیاء کی خصوصیت ہے کہ اُن کے قدم مبارک جہاں پڑیں وہ ذرات ذاکر ہو جاتے ہیں جو لباس استعمال فرماتے ہیں وہ ذاکر ہو جاتے ہیں اور نگاہ مصطفیٰ ﷺ کا تو کمال یہ ہے کہ جہاں تک نگاہ پاک ﷺ اُٹھی وہاں تک کی فضائیں ہمیشہ کے لئے ذاکر ہیں پہاڑ اور پتھر بھی روشن ہیں۔

اللہ نے دانش وبینش کو اپنی یاد کے ساتھ لازم وملزوم قرار دیتے ہوئے فرمایا صاحب خرد وہ لوگ ہیں جو کھڑے ہوں' بیٹھے ہوں یا لیٹے ہوں' صحت مند ہوں یا بیمار' مشقت کر رہے ہیں یا آرام' محفل میں ہوں یا تنہا ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

ذکر اللہ کیا ہے؟ ذکر یاد الٰہی ہے جس کی کئی صورتیں ہیں۔ مومن جو عمل حضور ﷺ کی سنت کے مطابق کرتے ہیں وہ عملی ذکر ہے اس عمل میں حضور ﷺ کی فرمانبرداری ہے اور حضور ﷺ کی یاد کیساتھ اللہ کی یاد وابستہ ہے۔

وابستہ تیری یاد سے ہے یاد خدا بھی

آتا ہے جو تو یاد تو آتا ہے خدا یاد

حضورﷺ کی یاد پاک سے اللہ کی یاد وابستہ ہے اس لئے کہ اللہ نے اپنے نبیﷺ کو ساری عظمتیں عطا فرمائی ہیں اور آپﷺ کی برکت یہ ہے کہ جسے آپﷺ کی اک نگاہ نصیب ہوگئی حالت ایمان میں تو وہ انسانیت کے بلند ترین درجے پر فائز ہوگیا وہ آپﷺ کا صحابیؓ بن گیا اور اس کا ظاہر و باطن یوں اللہ کیطرف متوجہ ہوا کہ صحابہؓ کے بارے قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر الله. (الزمر ۲۳) کہ اُن میں یہ کمال تھا کہ ان کے وجود جلد سے لیکر باطن تک روح تک قلب تک نہاں خانہ دل تک ذاکر ہوگئے۔ اندازہ کیجئے کہ جس فرد کے وجود کا ہر ذرہ ذاکر ہو وہ کتنی بار اللہ کو یاد کرتا ہوگا۔ ذکر عملی یہ ہے کہ ہر عمل میں حضورﷺ کی سنت ملحوظ رہے۔ عملی ذکر لازمی اور ضروری ہے لیکن قدرتی طور پر اسے دوام نصیب نہیں اس لئے کہ بندہ کبھی فارغ ہوتا ہے کبھی کام کرتا ہے تو فراغت کے وقت عمل منقطع رہتا ہے۔

ایک اور صورت ذکر زبان سے اللہ کو یاد کرنا ہے تسبیحات پڑھنا درود شریف پڑھنا تلاوت کرنا' نیکی اور بھلائی کی بات کرنا' جھوٹ کی مخالفت کرنا' حق کہنا یہ ذکر لسانی ہے اور یہ کردار کی اصلاح کا عمدہ ذریعہ ہے کسی بزرگ نے اصلاح کا نسخہ یہی بتایا تھا کہ صرف اپنی زبان کا محاسبہ شروع کردو اور دن بھر اپنی کہی ہوئی باتوں کو لکھ لو اس طرح ہر روز صرف زبان کی اصلاح ہی کرتے رہو تو جھوٹ' فضول' لغو اور زائد از ضرورت باتیں چھوڑتے جاؤ گے صرف زبان کی اصلاح کرنے سے سارے کردار کی اصلاح ہوتی چلی جائے گی اور اگر اس زبان سے نیک کام بھی لئے جائیں تو بھی ذکر لسانی کے لئے وقت کا تھوڑا سا حصہ بچتا ہے کہ زبان ہمیشہ کام نہیں کرتی بندہ سو بھی جاتا ہے' بے ہوش بھی ہو جاتا ہے تو ذکر لسانی کو بھی دوام نصیب نہیں

ذکر کی اعلیٰ صورت ذکر قلبی ہے اور اس میں دوام بھی ہے کہ یہ ایک لطیفہ زبانی جسے قلب کہتے ہیں کا وظیفہ ہے۔ جب اسے اللہ سے آشنائی نصیب ہو جائے تو یہ از خود یاد الٰہی کرتا رہتا ہے مسلسل محنت ومجاہدہ' ولی اللہ کی صحبت' اور ذکر اللہ کرنے سے انہیں ذکر قلبی اور ذکر دوام نصیب ہو جاتا ہے پھر انکے وجود بھی ذاکر ہو جاتے ہیں اور اگر موت بھی آ جائے سانس منقطع ہو جائے دل کی دھڑکن رک جائے تو بھی ان کے قلوب و وجود سے ذکر منقطع نہیں ہوتا انکے وجود اللہ کے نام سے روشن رہتے ہیں اور انکی تو قبریں بھی ذاکر ہوتی ہیں سو عقل ودانش کا تقاضا یہ ہے کہ بندے کو یہ بات سمجھ میں آ جائے کہ دنیا ایک بھرا پرا بازار ہے اس میں اللہ نے بے شمار نعمتیں بڑی جاذب نظر نہایت پُر کشش اور دل لبھانے والی رکھی ہیں یہ اپنی طرف مائل کرنے والی نہایت پُر لذت زندگی ہے لیکن ہے فانی اس کی لذتیں بھی فانی ہیں جو چیز اچھی لگی اسے حاصل کرنے کے بعد اس سے دلچسپی ختم ہو جاتی ہے اسی طرح سرمایہ یا دولت ہے گاڑی یا گھر ہے یہ ساری نعمتیں فنا ہونے والی ہیں ان میں لذت ہے شان وشوکت ہے چمک دمک ہے آدمی کا دل موہ لیتی ہیں لیکن سب وقت مقررہ کے آ جانے پر ختم ہونے والی ہیں سو صاحب خرد وہ ہے جو دنیا کے بازار سے استعمال کے لئے ہر شئے خریدے سنت کے مطابق استعمال کرے لیکن سب سے بڑھ کر یہاں رہتے ہوئے وہ جنس خرید لے جو ضائع نہیں ہوتی جو ہمہ وقت اس کے ساتھ رہتی ہے زندگی کے ہر حال میں' دل کی ہر یاد میں' عند الموت' مابعد الموت' میدان حشر میں ہر لمحہ ہر گھڑی اس کے ساتھ ہوگی اور وہ ہے ذکر الٰہی' یاد الٰہی اللہ سے تعلق' اللہ سے نسبت سو فرمایا صاحب عقل ودانش تو وہی ہے جو نہایت اعلیٰ اور پائیدار چیز حاصل کر لے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہے' جس کے ہونے سے وہ ہمیشہ خوش اور مطمئن رہے۔ تو اہل عقل

ودانش وہی ہیں جو کھڑے بیٹھے' لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں ذکرالٰہی سے تفکر پیدا ہوتا ہے۔ ویتفکرون فی خلق السمٰوت والارض. ذکرالٰہی قوت فکر کو زندہ کرتا ہے پھر وہ فکر کرتے ہیں کہ ربنا ماخلقت ھذا باطلاً بارالٰہا یہ نظام کائنات تو نے فضول پیدا نہیں فرمایا اتنا لطیف' نازک' حساس اور مربوط کہ کڑی سے کڑی ملتی چلی جاتی ہے اتنا گہرا کہ کوئی اس نظام کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا تو پروردگار نے یہ بے وجہ تو نہیں بنایا اس کا نتیجہ اور اس کا انجام ضرور ہونا چاہیے۔ سبحنک فقنا عذاب النار. اے اللہ تو پاک ہے ہم تیرے بندے ہیں ہم سے بہت سی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں نیکی کریں تو کمیاں رہ جاتی ہیں سجدے کریں تو بے کیف ہوتے ہیں ان میں وہ درد نہیں ہوتا جو انکی خصوصیت ہونی چاہیے ہماری عبادات میں خلوص کا وہ درجہ نہیں ہوتا جو تیری شان کے لائق ہے اس کے علاوہ بھی ہم سے خطائیں ہو جاتی ہیں کبھی ہم پر الزام تراشے جاتے ہیں اور کبھی ہم سے واقعی خطائیں بھی ہو جاتی ہیں ہم کسی طور پاک نہیں ہیں اور تو پاک ہے فقنا عذاب النار تو اپنے کرم سے ہمیں عذاب سے محفوظ رکھ ہماری خطاؤں سے درگزر فرما ہماری کمی اور کوتاہی سے درگزر فرما ہماری کمزور عبادات کو بے حضور اذکار کو بے کیف سجدوں کو شرف قبولیت بخش کہ بخشنا تیری عظمت کو سزاوار ہے۔ اے ہمارے پروردگار انک من تدخل النار فقد اخزیتہ اے اللہ جس کو تو نے جہنم میں ڈال دیا تو وہ رسوا اور ذلیل ہو گیا اے اللہ ہمیں اس دائمی ذلت سے پناہ عطا فرما۔ کہ حقیقی ذلت اسی کے نصیب میں ہے جو عذاب الٰہی کی لپیٹ میں آ گیا اور حقیقی عزت تو صرف تیرے نام کے ساتھ تیری یاد کیساتھ تیرے نبی ﷺ کے ساتھ وابستہ ہونے میں ہے لہٰذا ذکرالٰہی کا خاصہ ہے کہ بندے کو تخلیق کائنات اور کارگہہ حیات کے رواں دواں رہنے میں تفکر نصیب ہوتا ہے جس کے نتیجے میں وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس سارے نظام کا ایک انجام ہے جو یقینی ہے اس کا ایک مقصد ہے اسے اپنے انجام کو پہنچنا ہے اور جب یہ اپنے انجام کو پہنچے گا تو کچھ لوگ اللہ کی رحمت سے سرفراز ہوں گے اور جنہوں نے دنیا کی عالی لذات کو یوں سمیٹا کہ نہ حلال حرام کی تمیز کی نہ عظمت الٰہی سے آشنا ہوئے نہ عظمت رسالت ﷺ سے آشنا ہونے کی کوشش کی اور زندگی کو ضائع کر گئے تو ان کا انجام دوزخ میں داخلہ ہوگا جس سے اللہ محفوظ رکھے۔ پھر سمجھ آ جاتی ہے کہ معزز وہ نہیں جو دنیا میں خود کو معزز کہلوانے کے حیلے کرتا ہے اور دنیا سے خود کو معزز منوانے کے حربے اختیار کرتا ہے بلکہ معزز وہ ہے جس کی میدان حشر میں عزت بچ گئی۔ جسے تو نے عذاب سے بچا لیا اور جسے تو نے ان کے کرتوتوں کے باعث جہنم میں پھینک دیا وہ تو رسوا ہو گیا۔

وما للظلمین من انصار اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا۔ جن لوگوں سے بتقاضائے بشریت غلطی ہو جائے اور وہ اپنی غلط کا اقرار کر کے اللہ سے مغفرت مانگیں ان کی توبہ اللہ قبول فرماتے ہیں اور دنیا ہی میں انہیں اصلاحِ احوال کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں اللہ توبہ کرنے والوں پر بڑا رحیم ہے اسکی ذات غفور رحیم ہے اور ایسے لوگ اللہ سے مغفرت کے طالب ہوتے ہیں اللہ کے نبی ﷺ سے بخشش کی دعا کرواتے ہیں اور اللہ کے نبی ﷺ بھی اُن کے لئے دعا فرماتے ہیں تو اللہ کریم ایسے گناہگاروں خطاکاروں کی بخشش فرماتے ہیں۔

جو لوگ اللہ کو بھول جاتے ہیں عظمتِ الٰہی سے بیگانہ ہو جاتے ہیں وہ زندگی ضائع کر دیتے ہیں۔ زندگی ایسا سرمایہ ہے ایسی مہلت ہے کہ اسے ضائع کرنا دانشمندی نہیں یہ انتہائی حماقت ہے زندگی کے لمحے مہلت کی زندگی کی سانسیں یہ سب گن کر اللہ نے عطا کیا ہے یہ قیمتی ہیں اسی طرح جیسے کسی کو کروڑوں روپے دے دیئے جائیں اور وہ نہایت لاپرواہی سے انہیں اس طرح خرچ کر ڈالے کہ وہ خرچ اس

کے کسی کام نہ آئے۔ یہ سانسیں جو ہم لے رہے ہیں یہ ہم اپنا سرمایہ حیات خرچ کر رہے ہیں تو دانشمندی یہ ہے کہ بندہ اپنے لمحے گزارے سانس لے تو فکر کرے کہ اس نے یہ کہاں خرچ کیے اس کے بدلے اُسے کیا ملا؟ یہ سرمایہ حیات کس چیز کے بدلے میں خرچ کیا؟ پیر مہر علی شاہؒ سے کسی نے ذبیحہ کا مسئلہ پوچھا کہ جس جانور کا دم بغیر تکبیر کے نکل جائے کیا وہ حلال ہے؟ انہوں نے فرمایا اگر جانور اللہ کے نام کے بغیر مر جائے تو وہ حرام ہے وہ شخص مسئلہ پوچھ کر فارغ ہو گیا تو حضرت فرمانے لگے اگر جانور کا دم اللہ کے نام کے بغیر نکل جائے تو حلال جانور حرام ہو جاتا ہے تو انسان کا جو سانس ہر دم کے ساتھ خارج ہوتا ہے اگر وہ اللہ کے نام کے بغیر خارج ہو تو وہ کیسے حلال ہوگا؟ اسی لئے صوفیا کہتے ہیں ''جو دم غافل سو دم کافر'' جو سانس اللہ کے نام کے بغیر گیا وہ ناشکری میں گیا۔

خلاصہ آیات یہ ہے کہ دانش مند وہ لوگ ہیں جو ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں ذکر اللہ کرتے ہیں اور ذکر سے ان کی وہ حس بیدار ہو جاتی ہے جسے تفکر کہتے ہیں اور وہ سوچتا ہے کہ زمین و آسمان کا وسیع نظام اور تمام مخلوقات بے نتیجہ نہیں ہے اللہ نے اسے بے مقصد پیدا نہیں کیا اور پھر وہ بے اختیار کہہ اُٹھتے ہیں کہ پاک تو صرف تُو ہے تیری ذات ہی صرف پاک ہے ہم میں تو کمی و کوتاہی ہے ہزار کوشش کے باوجود ہماری خطائیں بے شمار ہیں اے اللہ ہماری یہ کمی دور فرما دے ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا کہ تیری نافرمانی کر کے جہنم کے راستے پر چل پڑے وہ حقیقی ذلت سے دوچار ہونگے اور ظالموں کا تو کوئی مددگار نہیں کوئی ظالم کی مدد نہیں کرسکتا۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے نیکی کی توفیق دے اور ذکر دوام نصیب فرمائے۔

............☆☆☆............

اِنا للہ وانا الیہ راجعون

درج ذیل احباب اور انکے عزیز واقارب دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔

☆......چوہدری بہادر خاں (اویسیہ سوسائیٹی لاہور) کے سُسر میاں عبدالرشید۔

☆......ایاز حسین اعوان (ضلع نوشہرہ سرحد) کی ہمشیرہ۔

☆......محمد عادل ولد حاجی اورنگزیب (ضلع نوشہرہ سرحد) کے نانا جان۔

☆......ذوالفقار محمد (ضلع نوشہرہ سرحد) کے بڑے بھائی

☆......ظفر خاں (ضلع نوشہرہ سرحد) کے بیٹے۔

☆......صوبیدار منظور (بھمبر آزاد کشمیر) کی والدہ۔

☆......محمد اقبال (بھمبر آزاد کشمیر) کا بیٹا۔

☆......ضلع سیالکوٹ کے ضلعی امیر صوفی محمد اشرف، کے بھائی

☆......لاہور کے زاہد عظمت۔

☆......حاجی محمد شاہد (جھنگ)

☆......حکیم محمد رفیق بٹ (جھنگ)

☆......صوفی محمد نذیر (چنیوٹ) کے بھائی۔

☆......ماسٹر عابد حسین (شورکوٹ) کے والد۔

☆......ماسٹر سرفراز احمد (فیصل آباد) کی اہلیہ۔

☆......ماسٹر سرفراز (فیصل آباد) کی والدہ۔

☆......عزیز احمد (ملتان، کوٹلی نجابت) کی ساس۔

☆......ملک انور علی (ملتان) کا بھتیجا۔

☆......مہر محمد اقبال (مظفر گڑھ) کی والدہ۔

☆......اعجاز احمد واپڈا کالونی مظفر گڑھ۔

اللہ تعالی مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے

ایمان کی قوت کے لئے تلاوت قرآن ضروری ہے

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 08-06-2008

الحمدللہ رب العٰلمین○

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّالہٖ

واصحابہٖ اجمعین○

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم○

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم○

اتُلُ مآ اوحی الیک من الکتٰب واقم الصلوۃ. ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر. ولذکر اللہ اکبرُ......○ العنکبوت آیت ۴۵

اللھم سبحنک لا علملنآ الا ما علمتنا اِنَکَ انت العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِ وَسَلِمُ دَائِمـاً ابـداً

عَلٰی حَبِیبکَ مَنُ زانَت بِہٖ الُعُصُروا

حضور نبی کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ جو کتاب بذریعہ وحی آپ ﷺ کو عطا کی گئی ہے اس کی تلاوت کرتے رہا کیجیے۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ کریم نے مومن کو زمین پر معتدل اور خوبصورت زندگی بسر کر کے سرخروئی کے ساتھ موت کے دروازے سے گزر کر اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لئے وسائل و ذرائع بتائے ہیں کہ تلاوت کتاب کو لازم کرو اور صلوٰۃ قائم کرو کہ نماز یقیناً برائی اور فحاشی سے بچا لیتی ہے ولذکر اللہ اکبر اور اللہ کا ذکر اکبر ہے۔

اللہ کریم کے نزدیک تلاوت قرآن حکیم کی عظمت کا کیا مقام ہے یہ سمجھنے کے لئے یہ جاننا چاہیے کہ منازل قرب الٰہی میں حضور نبی کریم ﷺ بے مثل و بے مثال ہیں اور شاعر نے درست کہا ہے

بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر

کہ خالق تو صرف ایک ہی ہے اللہ۔ وہ واحد لاشریک ہے کوئی اس جیسا نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں اور اس کے بعد ساری مخلوق میں افضل ترین ہستی ہیں محمد رسول اللہ ﷺ اس کے باوجود حکم ہو رہا ہے کہ جو کتاب بذریعہ وحی آپ کو عطا کی گئی ہے اس کی تلاوت فرماتے رہا کریں۔ حضور ﷺ تو وہ ہستی ہیں کہ تمام امت کو قرآن کے معانی و مفاہیم حضور ﷺ کے طفیل پہنچے تمام امت انہی اقوال و اعمال کے مطابق عمل کرتی ہے جو حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہیں یعنی آپ ﷺ معانی و مفاہیم قرآن کے بھی امام ہیں عمل بالقرآن کے بھی امام ہیں اور قرب الٰہی میں بھی بے مثل و بے مثال ہیں اس کے باوجود آپ ﷺ کو تلاوت کتاب کا حکم ہو رہا ہے۔ قرآن حکیم وہ کتاب ہے جس پر نظر ڈالنا بھی عبادت ہے اور قرآن حکیم کا پڑھنا اور پڑھ کر سمجھنا یہ زندگی، موت اور مابعد الموت کی انتہائی بنیادی ضرورت ہے اور یہ سب امور حضور ﷺ نے براہ راست ذات باری سے حاصل کئے اور تمام اُمت کو سمجھائے اس کے باوجود حکم دیا جا رہا ہے کہ جو کتاب آپ ﷺ پر وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت فرمایا کریں قرآن حکیم اللہ کا ذاتی کلام ہے کلام متکلم کی صفت ہوتا ہے صفات باری میں سے ہے جس طرح اللہ کی ذات کی کوئی حد نہیں اسی طرح صفات

کی بھی کوئی حد نہیں یہ ازلی اور ابدی ہے کلام باری میں جو کیفیات ولذات ہیں اُن کی بھی کوئی حد نہیں جتنی بار کوئی پڑھے گا ہر بار پہلے سے زیادہ مستفیض ہوگا لیکن قرآن حکیم پڑھنے کا صحیح سلیقہ یہ ہے کہ جو بات پڑھی جائے اسکی کیفیات وجود پر وارد ہو جائیں اور یہی بات نبی کریم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کچھ ارشاد فرماتے خواہ وہ قرآن حکیم ہوتا یا حدیث مبارکہ تو بندہ مومن پر نہ صرف الفاظ اور اُن کا مفہوم واضح ہو جاتا بلکہ اسکی کیفیت بھی وجود پر وارد ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ تیرہ سالہ مکی دور میں صحابہ کرام پر مظالم کی انتہا کر دی گئی اور وہ سارے ظلم برداشت کر گئے لیکن توحید سے منہ نہ موڑ سکے یہاں تک کہ ابوجہل جب اذیت دے دے کر ہار گیا تو کہنے لگا کہ دل سے نہ مانو میرا بھرم رکھنے کے لئے کہہ دو کہ اللہ ایک نہیں تو صحابہؓ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جو زبانی ہی کہہ دیتا انہوں نے تکلیفیں اٹھائیں، ہجرت منظور کر لی گھر بار عزیز واقارب دوست احباب چھوڑنا منظور کر لیا لیکن توحید باری سے انکار نہ کر سکے۔ اس لئے کہ ان کے پاس آقائے نامدار ﷺ کے صرف الفاظ مبارک ہی نہ تھے ان کو الفاظ ومفاہیم کے ساتھ اُن میں موجود کیفیات یقین بھی حاصل تھیں جو اُنؓ کے دلوں میں سرایت کر چکی تھیں۔

قرآن حکیم کو بار بار پڑھنے کا حکم اسی لئے ہے کہ کلام باری میں جو کیفیت ہے وہ بندے کی روح میں اُتر جائے اس میں بس جائے اور یہ کیفیت اگر نصیب ہو تو پھر دنیا ومافیہا سے آخرت بہت زیادہ میٹھی اور پیاری لگتی ہے پھر موت سے ڈرنے کے بجائے موت کا انتظار کیا جاتا ہے لوگ دنیا سے تھک کر آخرت کے متمنی ہوتے ہیں کلام الٰہی کا دہرانا ایسی لذت عطا کرتا ہے وہ کیف نصیب ہوتا ہے جو اللہ سے ہمکلام ہونے میں ہے۔ ہر متکلم کے کلام میں اسکی ذات کے اثرات ہوتے ہیں اچھے شخص کی بات کے اچھے اثرات ہوتے ہیں اور بُرے شخص کی بات کے بُرے اثرات۔ اسی طرح کلام کی لذت ہوتی ہے مثلاً بعض لوگوں کو علامہ اقبال کے شعر یاد ہوتے ہیں وہ بات بات پر وہ شعر پڑھتے ہیں اکیلے بیٹھے ہوں تو گنگناتے رہتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ شعر یاد کر لیا پڑھ لیا پھر بھی دہراتے رہنا کیا معنی؟ اسے دہراتے رہنے کی وجہ ہے اس کلام کی لذت۔ یہی کیف اس کے دہراتے رہنے کا سبب ہے قرآن کی بار بار تلاوت بھی اس لذت وکیف کے حصول کا ذریعہ ہے جو اللہ سے ہمکلام ہونے میں ہے۔

جب کوئی حکم نبی کریم ﷺ کو دیا جاتا ہے تو اس میں یہ تاکید ہوتی ہے کہ پوری امت میں سے کوئی بھی اس حکم سے مستثنٰی نہیں لہٰذا احباب اہتمام کریں کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے تلاوت سے خالی نہ جائیں چند آیات کی ہی تلاوت کر لیں لیکن کریں ضرور جن دوستوں نے ابھی تک قرآن حکیم نہیں پڑھا انہیں چاہیے کہ جو ساتھی قریب ہے اس سے ایک ایک لفظ پڑھتے جائیں ایک ایک آیت پڑھنا شروع کر دیں اور کوئی دن تلاوت سے خالی نہ رہنے دیں اللہ رب العالمین ہے یہ اسکی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت ہر حال میں اور ہر جگہ پوری فرمائے اس لئے جب اس نے تلاوت قرآن کا حکم دیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ تلاوت کتاب الٰہی کی ضرورت ہے جس طرح حیات دنیوی کے لئے زندہ رہنے کے لئے سانس لینے کے لئے ہوا ضروری ہے حیات کے لئے پانی اور غذا ضروری ہے اسی طرح تازگی ایمان اور ایمان کی قوت کے لئے تلاوت قرآن ضروری ہے یہ صرف مولویوں کے لئے نہیں ہے کہ مولوی صاحب نے پڑھ لیا اور آپ بے فکر ہو گئے کہ ہمارے محلے کے مولوی صاحب بچوں کو پڑھاتے ہیں اور ہمارے بچے قرآن پڑھتے ہیں یہ ہماری اپنی بھی ضرورت ہے اسے اپنی ذات کے لئے بھی لازمی بنا لیں اللہ کے

بندے تو تلاوت قرآن کو یوں حرز جاں بناتے ہیں جیسے ہمارے ایک دوست تھے اللہ پاک انکی مغفرت فرمائے انکی یہاں آمد کے باعث یہاں جمعہ پڑھنے کی ابتداء ہوئی تھی۔ضیاء الحق کا زمانہ تھا اور ہمارے دوست چیف جسٹس صاحب قائم مقام صدر تھے جبکہ ضیاء الحق صاحب کسی غیر ملکی دورے پر تشریف لے جا چکے تھے تو وہ صدر پاکستان کی غیر موجودگی میں انکے نمائندہ کی حیثیت سے یہاں تشریف لائے۔اس وقت ہم یہاں جمعہ نہیں پڑھتے تھے لیکن فقہ کے اصول کے مطابق کہ جہاں ملک کا سربراہ موجود ہو وہاں جمعہ کا وقت ہو جائے تو جمعہ پڑھنا چاہیے اور وہیں جمعہ ہو جاتا ہے بلکہ وہاں جمعہ پڑھنا روکنا نہیں چاہیے خواہ وہ آبادی چھوٹی ہو یا بڑی اور جہاں ایک مرتبہ جمعہ کی ابتداء ہو جائے وہاں پھر جمعہ پڑھنے کا جواز ہو جاتا ہے پھر وہاں جمعہ پڑھنے کو روکا نہیں جا سکتا سو فقہ کے اس اصول کی روشنی میں ہم نے اُن چیف جسٹس صاحب کے ساتھ جو اس وقت یہاں تشریف لائے تھے اور قائم مقام صدر تھے جمعہ پڑھا۔لوگ اعتراض کرتے رہے لیکن تب سے یہاں جمعہ پڑھنا جاری رہا' پھر آبادی بھی بن گئی ڈاک خانہ اور سکول' بازار بھی بن گیا۔معترضین نے دیوبند تک اعتراض لکھے اور دیوبند سے جواب یہی آیا کہ یہاں جمعہ درست ہے اسکی بنیادی وجہ یہی تھی کہ سربراہ مملکت وہاں موجود تھا اور اس نے جمعہ کی ابتدا کی۔اُن چیف جسٹس صاحب کا قرآن حکیم سے شغف کا یہ حال تھا کہ فرماتے تھے کہ وہ قرآن حکیم پڑھ کر سوتے مبادا نیند ہی میں موت کو گلے لگانا پڑے تو انکی خواہش یہ ہوتی کہ دنیا سے جانے سے پہلے آخری کام قرآن حکیم کی تلاوت ہو۔اس لئے انہوں نے تلاوت قرآن کا ایسا معمول بنا رکھا تھا کہ سونے سے پہلے کم یا زیادہ مگر لازمی تھا کہ تلاوت کریں ایسی کئی مثالیں مشعل راہ ہیں کہ قرآن حکیم کی تلاوت ہماری ضرورت ہے اسی لئے اللہ کریم نے اس کا حکم دیا ہے۔لہٰذا جن ساتھیوں نے قرآن حکیم پڑھنا نہیں سیکھا وہ ضرور شروع کر دیں ایک ایک لفظ پڑھنا شروع کر دیں تو اللہ پاک کی ذات کریم ہے بندہ راستے پر چل پڑے تو منزل تک پہنچانا اس کے کرم پر منحصر ہے وہ ایسا کریم ہے کہ جو اس کی طرف چل پڑتا ہے وہ محروم نہیں رہتا۔

دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کرنے کے اسباب بتاتے ہوئے تلاوت قرآن کے بعد دوسری بات ارشاد فرمائی واقم الصلوٰۃ صلوٰۃ کو قائم کیا جائے۔ادائیگی صلوٰۃ اور بات ہے اور قیام صلوٰۃ دوسری بات۔قیام صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ صرف خود ہی صلوٰۃ ادا کرنے پر اکتفا نہ کریں بلکہ اپنے متعلقین کو بھی کرائیں بیوی بچوں کو بھی کرائیں جو بھی آپ کی بات سنتا ہے اسے تلقین کریں جہاں تک آپ کی بات کا اثر ہے وہاں تک اس کا اہتمام کریں جب صلوٰۃ پنجگانہ قائم ہو جائے گی تو زندگی کے سارے معمولات کی اصلاح کا سبب بنے گی قیام صلوٰۃ فحشا اور منکرات سے بچا لے گی کہ عبادات یقیناً ناپسندیدہ کاموں اور ممنوع کاموں سے روک دیتی ہیں۔اگر کوئی نور ایمان کے ساتھ یقین کے ساتھ تلاوت کرے گا کوئی حضور قلب سے خود کو اللہ کے سامنے حاضر کر کے صلوٰۃ ادا کرے اور اہل وعیال کو بھی صلوٰۃ کا اہتمام کرنا سکھائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسکے معمولات زندگی کی اصلاح نہ ہو اگر بطور رسم کرے گا یا لوگوں کو دکھانے کے لئے کرے گا یا اپنی پارسائی کا اشتہار بنانے کے لئے کرے گا تو پھر یہ نتائج مرتب نہیں ہوں گے۔ہمارے معاشرے میں یہ بات عام ہے کہ لوگ قرآن بھی پڑھتے ہیں نمازیں بھی ادا کرتے ہیں حج بھی کر آتے ہیں لیکن ان کے کردار کی اصلاح نہیں ہوتی اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ ہماری عبادات میں وہ خلوص نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی قباحتیں ہیں مثلاً درست کلمہ نہ پڑھنا اذان

درست الفاظ کے ساتھ نہ کہنا۔ تلفظ کی اصلاح نہیں ہوتی اذان کی ادائیگی درست نہیں کی جاتی اور نہایت دکھ کا مقام ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نام نامی کو درست طریقے سے نہیں لیا جاتا بہت کم اذان ایسی سنائی دیتی ہے جس میں اسم مبارک صحیح طریقے سے ادا ہو ورنہ کوئی نام نامی کے م کو لمبا کر کے پڑھتا ہے تو کوئی م پر زبر لگاتا ہے اللہ کریم کے اسم مبارک اللہ کو بھی صحیح ادا نہیں کرتے ایسی اذانیں سن کر اس قدر تکلیف ہوتی ہے کہ کانوں میں انگلیاں ڈال لینے کو جی چاہتا ہے۔ جس شخص کو اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کا نام بھی لینا نہیں آتا اور اس نے زندگی بھر اسکی اصلاح بھی نہیں کی تو پھر وہ نماز میں کیا پڑھتا ہوگا؟ اور اگر عبادات اس طرح کی ہیں تو ان پر نتائج کیا مرتب ہوں گے وہ تو مستوجب سزا ہیں۔ حضور ﷺ کا نام نامی اگر عمداً بگاڑا جائے تو یہ کفر ہے اور اس معاملے کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ اگر یہ حرکت ارادتاً قصداً نہ ہو بندے کا ارادہ توہتک یا توہین کرنے کا نہ ہو لیکن اس کے منہ سے کوئی ایسا جملہ نکل جائے کہ سمجھنے والا سمجھے کہ اس نے حضور ﷺ کی توہین کی ہے تو ایسا جملہ کہنے والا کافر ہو جاتا ہے یعنی حضور ﷺ کی ذات عالی کے لئے کوئی ذومعنی لفظ استعمال کرنا کفر میں لے جاتا ہے یہ فقہ کا قاعدہ ہے تو جو شخص نام نامی درست نہیں لے سکتا اور اس کی اصلاح کی کوشش بھی نہیں کرتا وہ شخص سورۃ فاتحہ کیسے درست پڑھے گا رکوع وسجود کی تسبیحات کیسے درست ادا کرے گا دعائیں کتنی غلط پڑھے گا پھر ایسی عبادات پر نتائج کیا مرتب ہوں گے جو شخص کسی وجہ سے معذور ہے زبان میں لکنت ہے وہ تو معذور ہوا لیکن جو ہر بولی فرفر بولتا ہے لیکن اذان اور نماز درست نہیں کرتا اسکی نماز اسے کیسے بُرائی اور منکرات سے روک لے گی؟ یہی معاملہ وضو کے ساتھ بھی نظر آتا ہے افراتفری کے عالم میں وضو کیا جاتا ہے چھینٹیں اڑا کر وضو مکمل ہو جاتا ہے نمازیوں کو جلدی ہی رہتی ہے کوئی جگہ گیلی ہے تو کوئی خشک اسی حالت میں نماز میں کھڑے ہو جاتے ہیں پھر جلدی جلدی اٹھے بیٹھے یہ جا وہ جا۔ اتنی جلد بازی میں نماز ادا ہوتی ہے ایسی نمازیں کردار پر کیا اثر چھوڑیں گی۔ کردار کو فحاشی اور منکرات سے بچانے کے لئے اللہ کریم نے ادائیگی صلوٰۃ کا لفظ استعمال نہیں فرمایا بلکہ اقم الصلوٰۃ فرمایا ہے یعنی قیام صلوٰۃ کہ اپنی عبادات کو عبادات کی شرائط کے ساتھ قائم کرو۔ جس میں قبلے کی درستگی، قبلے کی سمت کا تعین، لباس کی پاکیزگی، وضو کا کامل طریقے سے ہونا، رکوع و سجود، جلسہ، سجدہ، قومہ کو پورا پورا ادا کرنا اور اپنے ماحول میں جہاں تک بندے کی بات سنی جائے وہاں تک اللہ کی عبادت کرنے کی ترغیب دینا، تلقین کرنا تاکہ معاشرے میں اقامت صلوٰۃ کا ایک نظام قائم ہو جائے۔ معاشرہ اللہ کی عبادت پر قائم ہو جائے۔ اس کا فوری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بندہ بے حیائی اور بُرائی سے رک جاتا ہے یہ اللہ کی طرف سے نقد انعام ہے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اللہ عبادات کا اجر صرف مرنے کے بعد ہی دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک اجر فوری طور پر اسی دنیا میں ملتا ہے کہ بندے کی عملی زندگی کی اصلاح ہوتی ہے اور مکمل اجر وثواب آخرت میں ملتا ہے۔ تو جسے دنیا میں اجر ملتا ہے اسکی زندگی پرسکون اور شریعت کے مطابق ہوتی ہے۔

دو باتوں کا تذکرہ کرنیکے بعد اللہ کریم نے فرمایا کہ ایک بات اور سن لو کہ اللہ کا ذکر اکبر ہے **ولذکر اللّٰہ اکبر** قرآن حکیم کے مطابق ذکر اللہ کی کئی صورتیں ہیں قرآن حکیم کی تلاوت ذکر ہے درود شریف اور تسبیح کرنا ذکر ہے جو کام حضور نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق کیا جائے وہ ذکر ہے شریعت مطہرہ کے مطابق کمانا خرچ کرنا ضروریات پوری کرنا سب ذکر کی صورتیں ہیں اسی طرح قرآن حکیم نے سورۃ جمعہ میں صلوٰۃ کو ذکر کہہ کر ارشاد فرمایا ہے **فاسعوا الی ذکر اللّٰہ**۔ پھر جہاد عملی ذکر کی بہت اعلیٰ صورت ہے لیکن ان تمام لسانی عملی ذکر کی

صورتوں کے علاوہ بھی ذکر کی کوئی اور قسم بھی ہے جو بہت عظیم ہے تلاوت قرآن حکیم اور صلوٰۃ کے علاوہ ذکر لسانی اور تسبیحات کے علاوہ بھی کوئی ذکر ہے جو بہت خاص ہے جو عین جہاد میں کرنے کا حکم ہے کہ مومنوں کو جب جہاد کے میدان میں کھڑا ہونا ہو تو انہیں چاہیے کہ وہ جم کر لڑیں وذکر اللّٰہ کثیراً اور ذکر اللہ کثرت سے کرتے رہیں۔ ذکر اللہ قرآن کے نزدیک کتنا ضروری کام ہے کہ عین میدان جہاد میں جب گردنیں کٹ رہی ہوں مومن مصروف جہاد ہو وہاں بھی حکم ہو رہا ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو اس کا مطلب ہے کہ یہ ذکر کی کوئی اور قسم ہے جو خاص ہے اور جسے قرآن حکیم نے اکبر کہا ہے اور جو ذکر لسانی اور ذکر عملی کے علاوہ ہے وہ کیا ہے؟ وہ ذکر قلبی ہے یعنی قلب کا اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہو جانا قلب میں اللہ کی یاد کا بس جانا اور یہ خصوصیت نبی کریم ﷺ کی ہے کہ جسے حالت ایمان میں حضور ﷺ کی نگاہ پاک نصیب ہوگئی یا وہ آپ ﷺ کی نظر میں آ گیا تو قلب اطہر رسول ﷺ سے ایک کیفیت اس کے قلب پر وارد ہوتی ہے اسے قرآن کریم نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ثم تلین جلودھم وقلوبھم الیٰ ذکر اللّٰہ کہ کھال سے لیکر نہاں خانہ دل تک انکے وجود کا ہر سیل ہر ذرہ ذاکر ہو گیا۔ انہیں کہتے ہیں برکات محمد رسول اللہ ﷺ' قرآن حکیم احادیث مبارکہ' شریعت وفقہ یہ سب تعلیمات نبوی ہیں۔ تعلیمات نبوی میں برکات نبوی موجزن ہیں یہ کیفیات اتنی مضبوط تبدیلی فکر عطا کرتی ہیں کہ انسان کا کردار اور عملی زندگی حیات آفرین ہو جاتی ہے برکات نبوی ﷺ ایسی نعمت ہے جسے قرآن حکیم نے ولذکر اللہ اکبر کہا ہے۔ تو جن لوگوں کو جن خوش نصیبوں کو تلاوت کتاب کی توفیق نصیب ہوئی صلوٰۃ قائم کرنے کی توفیق عطا ہوئی فحاشی اور منکر سے رکنا نصیب ہوا تو پھر بھی انکی تشنگی دور نہ ہوئی کسی چیز کی طلب رہ گئی وہ درد دل کے طالب بنے وہ اس چیز کے متلاشی ہوئے جسے قرآن حکیم نے اکبر کہا ہے اہل اللہ کی سوانح دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں جب سفر پیدل ہوا کرتے تھے لوگ ملک ملک پھرے، پیدا کسی اور ملک میں ہوئے اور دفن کسی اور ملک میں اس نعمت کی تلاش کرتے کرتے کئی دنیا سے اُٹھ گئے کسی ایسے اللہ کے بندے کی تلاش میں لوگ براعظموں میں گھومے جس کے سینے میں برکات نبوی ہوں اور وہ دوسرے کے قلب میں انڈیل سکے یہ وہ نعمت ہے جو پورے دین کی روح ہے پورے کا پورا دین ہمیں موروثی طریقے سے ملا ہے صحابہ کرام نے سنا' سیکھا' عمل کیا' معانی ومفاہیم وہی تعلیمات اور وہی برکات موروثی طور پر ہم تک پہنچیں۔ عہد نبوی جامع صفات عہد تھا اس کے بعد مختلف لوگوں نے مختلف کام سنبھال لئے اور دین مختلف شعبوں میں تقسیم ہو کر پڑھایا اور سمجھایا جانے لگا بڑے بڑے نامور لوگوں نے شعبہ تفسیر' حدیث' فقہ میں نام پیدا کئے اور بڑی بڑی خدمات سرانجام دیں اور اللہ نے دین کی خدمت کے لئے اپنے بندوں سے ہر زمانے میں کام لیا جس طرح شعبہ ہائے تفسیر وحدیث وفقہ بنا اسی طرح برکات نبوت کا امین ایک شعبہ بھی وجود میں آ گیا لوگوں نے تبع تابعین سے وہ کیفیات وبرکات حاصل کیں جو دلوں سے دلوں میں آئیں اور پھر انہوں نے آگے افراد میں تقسیم کیں یوں سلاسل تصوف بنے جس طرح روایت حدیث ہے اسی طرح سلاسل کا بھی ایک شجرہ ہوتا ہے کہ کس نے کہاں سے برکات حاصل کیں اور یوں سلسلہ بھی بارگاہ رسالت مآب ﷺ تک پہنچتا ہے۔ تاریخ اسلام ایسے خوش نصیبوں کے نام اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اور ہم تو گنتی کے چند ناموں سے واقف ہیں جن کو یہ نعمت ملی کتنے ایسے ہوں گے جو اس کی طلب میں اسکی تلاش کرتے کرتے دنیا سے اُٹھ گئے۔ وہ خوش نصیب ہے جو اس کی تلاش میں اثنائے راہ جان دے گیا اللہ قادر ہے

جو قبر میں' برزخ میں' آخرت میں یہ کیفیات نصیب کر دے' برزخ میں فنافی الرسول عطا کر دے' میدان حشر میں اس سے زیادہ مراتب عطا کر دے۔ قران حکیم میں ملتا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلا اور راستے میں بیمار ہو کر یا کسی حادثے کا شکار ہو کر فوت ہوا تو وہ ثواب شہادت کا ہی پائے گا کہ اللہ کی راہ میں نکلا تو سہی۔

اہل اللہ نے یہ نعمت یہ دولت بڑی محنت' مشقت اور مجاہدوں کے بعد حاصل کی اور پھر جب انہیں اللہ کی عطا سے یہ نصیب ہوئی تو انہوں نے اسکی حفاظت کے لئے زندگیاں صرف کر دیں اسکی حفاظت کا حق ادا کیا اور اپنی اس دولت کو ساتھ لیکر گئے۔

بات درحقیقت یہ ہے کہ کائنات اللہ کی ہے اور اس کا انتظام اس قادر کریم کے دست قدرت میں ہے انسان کو اس نے اختیار دیا ہے وہ ھدینه السبیل اما شاکراً واما کفوراً کہ چاہے تو شکر کرے اور چاہے تو ناشکری کر کے دیکھ لے۔ انسان جب ناشکری اور کفر میں بڑھتا ہے تو ماحول میں بُرائی پھیلتی ہے اور دنیا کے قائم رہنے کے لئے نیکی اور بدی میں توازن ہونا ضروری ہے لہذا اگر بُرائی ہی بڑھتی رہے تو یہ دنیا تباہ ہو جائے اسی لئے جب بھی دنیا میں ناشکری اور کفر بڑھتا ہے تو اللہ کریم اپنے انوارات و برکات بھی بڑھا دیتے ہیں کہ دونوں پلڑوں کا توازن قائم رہے لہذا جب تک اللہ کو اس نظام عالم کو قائم رکھنا مقصود ہے تب تک نیکی کی طرف برکات وانوارات کی طرف معاملہ بڑھتا رہتا ہے اور جب دنیا کو ختم کرنا مقصود ہوگا تو پھر یہ برکات اٹھالی جائیں گی اور صرف بُرائی رہ جائے گی اور صرف بُرائی سے دنیا جس قدر کفر و شرک بُرائی اور بے حیائی میں آگے بڑھی ہے اللہ کریم نے اسی قدر یہ نعمت بھی انسانوں پر عام کر دی ہے نیکی کو بدی پر غالب کرنے کے لئے نیکی کے پلڑے میں وزن ڈالنے کے لئے وہ چاہتا ہے کہ ایسے لوگ اگرچہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں کردار انکے اتنے مضبوط اور وزنی ہوں کہ وہ کروڑوں پر بھاری ہوں اگر کروڑوں لوگ بُرائی میں مبتلا ہوں تو لاکھوں ایسے بھی ہوں جن کا کردار اتنا وزنی ہو کہ وہ کروڑوں پر بھاری ہوں اس لئے اس نے برکات نبوی کی اس نعمت کو عام کر دیا اور یہ اس کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے مجھے آپ کو اور ہم سب کو اس کام کی توفیق بخشی اور ہمیں اس کام پر لگا دیا یہ ہمارا کمال نہیں ہے کہ ہم اللہ اللہ کر رہے ہیں یہ اس کی مہربانی ہے کہ اس نے اپنی مخلوق میں سے ہمیں یہ توفیق ارزاں کر دی۔ کوئی بادشاہ کسی کو ملازم رکھ لے تو نوکر احسان نہیں رکھتا کہ اس نے بادشاہ کی خدمت کی بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ احسان بادشاہ کا ہے جس نے اسے ملازم رکھ لیا سو یہ اللہ کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں نوکر رکھ لیا ہے اس نے توفیق ارزاں کر دی ہے۔ یہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے بڑے مزے کی بات ہے لیکن اس ملازمت کا خطرہ بھی ہے جو دربار شاہی کے ملازم ہوں وہ بہت عیش میں رہتے ہیں لیکن انکی زندگی ہر وقت تلوار کی دھار پر رہتی ہے کہ کب کوئی جملہ غلط نکل جائے اور کب گردن ماری جائے وہ دربار شاہی میں ہوں یا اپنے گھر میں ان کا رویہ بڑا محتاط ہوتا ہے کہ کوئی بات خلاف منشا دربار شاہی زبان سے نہ نکلے کوئی غیر ذمہ دارانہ عمل سرزد نہ ہو۔ اسی طرح برکات نبوی ﷺ وہ نعمت ہے جس کی اپنی نزاکتیں ہیں اس کے ساتھ ذمہ داریاں بھی اپنی ہیں کہ کم از کم ہم تو اپنے کردار کی اصلاح کریں اور صرف اپنے کردار کی اصلاح ہی نہ کریں بلکہ جس معاشرے اور جس ماحول میں ہم رہتے ہیں اس میں نیکی کو بُرائی پر غالب کرنے کی کوششیں کرتے رہیں جو لوگ ہم سے ملتے ہیں ان سے صرف دنیاوی لین دین اور دنیاوی تعلقات ہی نہ رکھیں بلکہ اُن سے اللہ کے لئے اور اللہ کے نام پر دوستی رکھیں اور اس نعمت کو ان تک پہنچانے کے لئے ایسا مجاہدہ کریں کہ بات مزید پھیلے اللہ کی طرف سے مزید برکات آئیں اور

اللہ کرے کہ یہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا سبب بن جائے۔ یاد رکھیں جب بھی اسلام کا احیاء ہوگا اسکی بنیاد یہی ذکر الٰہی اور ذاکرین ہی ہوں گے بدکار اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا سبب نہیں ہوتے۔ بدکاروں کے پاس حکومتیں اور سلطنتیں تو ہوسکتی ہیں لیکن دین کی خدمت کا کام اللہ دین داروں سے ہی لیتا ہے۔

یہ میں نے اس لئے عرض کر دیا ہے کہ ہمیں کوئی غلط فہمی نہ رہے کہ ہم نے بڑا تیر مارا ہے کہ ہم راتوں کو اٹھتے ہیں ذکر اذکار کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں۔ بلکہ ہمیں یہ سمجھ آجائے کہ اللہ رب العالمین ہے اس نے نظام ہستی قائم رکھنے کے لئے نیکی کو بڑھانا ہے برکات رسول ﷺ کو عام کرنا ہے اس کے لئے وہ اپنے بندوں کو ذکر اذکار کی محنت ومجاہدہ کی توفیق عطا فرماتا ہے تاکہ معاملہ برابر رہے اور بُرائی بڑھ نہ جائے تو بندوں کو چاہیے کہ وہ بڑھ کر اس نعمت کو حاصل کریں اور دنیا میں اسے عام کردیں اور نعمت کو عام کرنے کا سبب بن جائیں۔

تاریخ اسلام ان مثالوں سے پُر نظر آتی ہے اور صحابہؓ نبی کریم ﷺ کے دین کی اشاعت کے لئے تعلیمات وبرکات کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے پوری دنیا میں یوں پھیل گئے کہ حیرت ہوتی ہے کہ صحرا میں پلنے والے چین تک دنیا کے پہاڑوں' دریاؤں کو پاٹتے کس طرح پہنچ گئے جس درے سے صحابہ کرامؓ چین میں داخل ہوئے اس کی بلندی آج بھی اٹھارہ ہزار فٹ ہے سردیوں میں تو وہاں سے گزرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور گرمیوں میں وہاں کی گزرگاہ ایسی ہے کہ برف چٹخ جاتی ہے تو اس میں سو دو سو فٹ گہرے شگاف پڑ جاتے ہیں دن بھر سورج کے چمکنے سے جو بخارات اٹھتے ہیں وہ رات کو برف بن کر گرتے ہیں جس سے وہ گہرے شگاف برف کی ہلکی سی تہ سے ڈھک جاتے ہیں اور راستہ اتنا دشوار گزار ہوتا ہے کہ پیدل چلنے والے اپنے سامنے کسی مویشی کو پہلے گزارتے ہیں کہ اگر ایسی پتلی برف کی سطح آئے تو مویشی کے چلنے سے وہ ٹوٹ جائے اور بندہ اس جگہ سے بچ کر گزر جائے۔ آج بھی وہاں اسی طرح سفر ہوتا ہے کہ مویشی آگے ہانکے جاتے ہیں اور لوگ پیچھے چلتے ہیں تو اس زمانے میں عرب کے صحراؤں کے مکین وہاں سے کیسے گزرے؟

یہ اللہ جانے اور اس کے بندے جانیں لیکن انہوں نے اللہ کے پیغام کو کہاں کہاں تک پہنچا دیا ان کے پاس یہی جذبہ جنوں تھا یہی وہ کیفیات تھیں جن کے وہ امین تھے انہیں کو لے کر وہ روئے زمین پر پھیل گئے۔ دنیا تو اسی دن گلوبل ویلیج بن گئی تھی جس دن حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا انی رسول اللہ ﷺ علیکم جمیعاً۔ کہ اے اولاد آدم تم جہاں کہیں بھی ہو میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں اور عہد نبوت کے تیئس برس بعد صحابہ کرام نے تیئس برسوں میں اس درد دل کو دور ونزدیک تک پھیلا دیا۔ برصغیر میں بھی اسلام یہاں عہد صحابہ میں پہنچا اور تابعین کے عہد میں تو برصغیر باقاعدہ فتح ہونا شروع ہوگیا۔ عہد صحابہ ہی میں اسلام نہ صرف برصغیر تک پہنچا بلکہ افغانستان سے گزر کر چین تک پہنچا چین کا جو صوبہ پاکستان کی سرحد کے ساتھ ہے وہاں تک اسلام پہنچا اور پورے چین تک صحابہ نے تبلیغ کی۔ چین کا جو حصہ سمندر کے ساتھ لگتا ہے وہاں جاپان کی طرف اصحاب کبار کی قبور موجود ہیں اس عہد کی مساجد موجود ہیں جن کا بیشتر حصہ شہید ہو چکا ہے لیکن ان کی بنائی ہوئی خوبصورت مساجد میں سے ایک مسجد کا ایک حصہ ابھی تک موجود ہے میرے پاس اس کی تصویر بھی موجود ہے چین میں متعدد صحابہ کی قبور معروف ہیں اور ایسے بھی بے شمار صحابہ کرامؓ کی قبور ہیں جن کا کسی کو علم نہیں تھا چند سال پیشتر کھدائی کے دوران ایسے وجود برآمد ہوئے جو بالکل اپنی اصل حالت میں تھے ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے سو رہے ہوں۔ اُن کے وجود مبارک کی اس حالت کے لئے چینی اور پاکستانی سائنسدانوں نے بھی بڑی

تاویلیں گھڑیں ایک تاویل یہ دی گئی کہ صحرا نے ان کے جسم کی رطوبتیں جذب کرلیں اس لئے وجود خراب نہیں ہوئے۔ رطوبت اگر جذب ہو بھی جائے تو کیا کھال اور ہڈیاں صدیوں رہتی ہیں؟ اور صحابہ کرامؓ کو تو ان مقابر میں دفن ہوئے چودہ صدیاں گزر چکی ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے اس درد دل کو ان کیفیات کو جن کے وہ امین تھے انہیں جس طریقے سے اپنایا اور جس سلیقے سے پھیلایا وہی طریقہ اور وہی سلیقہ ہمیشہ کے لئے مشعل راہ ہے اللہ کریم نے ہمیں جس انعام سے نوازا ہے اپنی جس نعمت کو ہمارے لئے عام کر دیا ہے ہماری ذمہ داری بھی یہی ہے کہ ہم اس کو پھیلائیں اور جہاں جہاں تک ہماری پہنچ ہو سکتی ہے اسے پھیلائیں۔ اور اگر اس کام سے کسی کو شرمندگی ہوتی ہے تو وہ جانے اور اس کا رب جانے۔ ایسا کام جس کے کرنے میں جھجک آئے وہ بات جسے لوگوں میں بیٹھ کر بیان نہ کیا جا سکے وہ تو بات ہی غلط ہوتی ہے۔ کوئی ایسی بات جسے سر عام نہ کہا جا سکے۔ جس کے کہنے سے شرمندگی ہو وہ تو بُرائی اور بے حیائی ہوتی ہے۔ تو جو لوگ ذکر الٰہی کی بات کرنے میں جھجک محسوس کرتے ہیں وہ سوچیں کہ ذکر الٰہی کی بات نہ کرنے کے کیا معنی ہیں؟ اور اگر آپ اسے اصل عبادت سمجھتے ہیں روح عبادت سمجھتے ہیں تو پھر اسے سر عام کریں فخر سے کریں ہر ایک کے سامنے کریں۔ ہم تو بادشاہوں کے سامنے بھی کرتے ہیں فقیروں کے سامنے بھی ٹیلی وژن پر بھی کرتے ہیں درس وتدریس میں کرتے ہیں سر منبر کرتے ہیں اور الحمد اللہ اللہ نے ہمیں یہ توفیق بخشی ہے کہ جاپان سے امریکہ تک اور چین سے افریقہ تک یہی بات پہنچائی ہے آپ کو جھجک کیوں ہوتی ہے؟

القرآن الحکیم دین کی بنیاد ہے اس کی جتنی بار تلاوت کریں نئی بات سمجھ میں آتی ہے نیا لطف آتا ہے نئی کیفیات آتی ہیں اقامت صلوٰۃ دین کی اساس ہے دین کو قائم رکھنا ہے تو عبادت کو صلوٰۃ کو قائم رکھنے پر پوری محنت کرنا لازم ہے اور **ولذکر اللہ اکبر** معرکہ سر کرنا ہے تو ذکر الٰہی بہت بڑا ہتھیار ہے اللہ کا ذکر بہت بڑی دولت ہے اور رہی یہ بات کہ نتیجہ کیا ہوگا؟ فرمایا **واللہ یعلم ماتصنعون** یہ مسئلہ بندے کا نہیں یہ معاملہ اللہ کا ہے کہ نتیجہ کیا ہونا چاہیے بندے کو صرف اپنی ذمہ داری پوری کرنی ہے نتیجے کی فکر کرنا ہے نہ اسکی ضروریات نہ اس کی ذمہ داری۔ یقیناً اللہ سب کچھ جانتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے کون غلط کر رہا ہے کون درست کر رہا ہے نتائج مرتب کرنا اسکی قدرت کاملہ ہے اللہ کریم تمام حاضر وغائب کو استقامت عطا فرمائے لذت ذکر سے آشنا کرے میری دعا ہے کہ ہر ایک کو بارگاہ رسالت کا قاصد بنا دے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

نعت رسول مقبول ﷺ

(تحریر۔ عبدالرزاق اویسی)

نبیؐ کی ذات پہ کامل اگر ایمان ہو جائے
تو دین مصطفیٰ ﷺ پہ کار بند انسان ہو جائے
محاسن میں لکھی جائے گی ساری گفتگو تیری
اگر گفتار کا نعت نبی ﷺ عنوان ہو جائے
نبیؐ کی سنتوں کا ہو ترے اعمال میں نقشہ
ترے رب کا ترے دل پہ اگر فیضان ہو جائے
کٹے جو تیری حرمت پر حیاتِ جاوداں پائے
نچھاور اس پہ ہر دم رحمتِ رحمان ہو جائے
تعلق رحمت اللعلمینؐ سے گر ہوا قائم
سراپا تیرا پھر صالح عمل کی کان ہو جائے
اویسی کی سعادت میں نہیں شک وشبہ کوئی
ثناء خوانِ نبیؐ اس کی اگر پہچان ہو جائے

زندگی گزارنے کا خوبصورت نسخہ' صبر وشکر

"دنیا عالم اسباب ہے اس میں خیر بھی ہے اور شر بھی' آرام بھی ہے اور مصیبتیں بھی' زندگی بھی ہے اور موت بھی' اس میں فراخی بھی ہے اور اس کے ساتھ تنگی بھی ہے' بالکل ایسے ہی جس طرح اس میں دن روشن ہے تو رات تاریک ہے۔ اس ہمہ ہمی کی زندگی میں انسان اپنے بارے میں نہیں جانتا کہ اگلے لمحے کیا ہونے والا ہے' کوئی ایسا کام جو اسے پسند ہے یا کوئی ناپسندیدہ بات ہو جائے' کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ہم کچھ سوچ رہے ہوتے ہیں' ہماری توقعات کچھ ہوتی ہیں' امید کسی اور چیز کی ہوتی ہے لیکن کچھ اور معاملہ وقوع پذیر ہو جاتا ہے۔ اس عالم میں اللہ کریم نے بندہ مومن کے لئے بہت خوبصورت نسخہ تجویز فرمایا کہ اے وہ لوگو! جنہیں نور ایمان نصیب ہے۔ استعینوا بالصبر والصلوۃ یہ دو چیزیں ایسی ہیں جو ہر حال میں اختیار کئے رہو۔ اگر تم پر فراخی ہے' تمہارے پاس قوت ہے' تمہارے پاس دولت ہے' تم بڑے خوشحال ہو' تو یہ دونوں چیزیں تمہیں اپنی حد میں رکھیں گی اور تمہیں خراب ہونے سے بچائیں گی اور اگر مصیبت آ گئی ہے' تنگی آ گئی ہے یا کچھ ایسے حالات بن گئے ہیں جو مشکل نظر آتے ہیں تو یہ دونوں باتیں تمہیں اس میں سے بڑے آرام سے نکلنے کا راستہ دیں گی اور تم بہت آسانی سے سب کچھ جھیل جاؤ گے۔"

ماخوذ از اکرم التفاسیر جلد دوئم

تعاون

اسلام ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

سوال و جواب

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 30-07-2007

سوال :- تصوف کے مقامات کا اخروی زندگی میں کیا مقام ہوگا؟

جواب :- حضور ﷺ کے چہارگانہ فرائض نبوت میں دعوت الی اللہ کے بعد تزکیہ قلب ہے تزکیہ عربی لفظ ہے جس کا فارسی ترجمہ تصوف ہے اور یہ لفظ اُردو میں بھی مستعمل ہے۔تزکیہ صفائے قلب کا نام ہے جس کے طفیل خلوص اور اطاعت الٰہی کا جذبہ محبت کی شکل میں اٹھتا ہے گناہ اور نافرمانی سے نفرت ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات ارشادات اور ان کے ساتھ فیض صحبت تزکیہ کی اصل ہے۔

آخرت کی زندگی اور اعمال کی مقبولیت کا مدار قلبی خلوص پر ہے اور اس پر ہے کہ اُسے اللہ کی فرمانبرداری میں کیا جائے اور اس کے کرنے کا طریقہ وہ ہو جو نبی ﷺ نے بتایا ہے۔اس طرح کسی بھی عمل میں کرنیوالے کا جتنا خلوص ہوگا اتنی ہی اس عمل کی اہمیت بڑھتی جائے گی ایک ہی کام ایک وقت میں چار آدمی کرتے ہیں تو چاروں کی قلبی کیفیت مختلف ہونے کے باعث مختلف اجر مرتب ہوتا ہے۔اگرچہ اللہ کے حکم اور رسول ﷺ کی سنت کے مطابق کر رہے ہوں پھر بھی اس میں قلب کی کیفیات اپنا اثر رکھتی ہیں۔تصوف یا تزکیہ کی ساری محنت کا مقصد تعلیمات نبوی ﷺ کے ساتھ برکات نبوی ﷺ کو حاصل کرنا ہے جس کے نتیجے میں قلب میں خلوص پیدا ہوتا ہے اب ظاہر ہے یہ محنت جتنی دل کی گہرائی سے کی جائے گی اس پر اتنا ہی اجر مرتب ہوگا اور اتنی ہی اس کی اخروی زندگی اچھی ہوگی تزکیہ قلوب آخرت کا سکہ اور وہاں کی کرنسی ہے جتنا کسی کا تزکیہ ہوگا اس کی اس عالم میں اتنی حیثیت ہوگی۔

سوال :- یہ سوال مراقبات کی فضیلت کے بارے ہے کہ بندے کی روح اگر احدیت پر ہو تو ایک دفعہ اللہ کہنے کا اتنا اجر ملتا ہے جتنا نیچے ساری مخلوقات اللہ اللہ کر رہی ہو؟

جواب :- عظمت نبوت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام کی ذات' ذات باری کے سب سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔اگر ذات باری کو مرکزی نکتہ تصور کریں اور ساری مخلوق اسکے گرد دائرے میں کھڑی ہو تو جو اس مرکزی نقطے کے جتنا قریب ہوگا وہ اس کے گرد اپنا چکر جلد مکمل کر لے گا جبکہ دائرے کے آخر والے لوگ دیر میں کریں گے قریبی شخص کئی لاکھ چکر مکمل کرے تو دوسرے ایک چکر پورا کریں گے یہی حال مراقبات اور ترقی درجات کا ہے جتنی کسی کو روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے اتنا ہی وہ مرکز کے قریب ہوتا جاتا ہے اسکے اعمال میں اتنی بڑھوتری آتی جاتی ہے اور اُن لوگوں کی نسبت جو اس مقام پر نہیں ہیں اس کے اعمال میں زیادتی ہو جاتی ہے۔کسی کا ایک لاکھ بار اللہ کہنے کے مقابل اس کا اس مقام قرب کی وجہ سے ایک بار اللہ کہنا زیادہ افضل ہو جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مراقبات میں یہ ضروری ہے کہ اس مراقبے کی کیفیت کو اپنا حال بنایا جائے مثلاً مراقبہ احدیت نصیب ہو تو اس کا اثر

یہ ہو کہ بندہ اپنی عملی زندگی میں اپنی امیدوں کو ذات باری سے وابستہ کر دے۔ اگر مراقبہ کا یہ اثر ہماری عملی زندگی میں نہیں آ رہا تو پھر تجزیہ کر کے دیکھنا چاہیے کہاں کمی ہے کہاں غلطی ہے اور اس کمی کو دور کرنا چاہیے اگر کسی کو مراقبہ معیت نصیب ہے تو پھر اسے ماؤ شما کا ڈر نہیں رہنا چاہیے' اسے حق پر قائم رہنے کے لئے اللہ کی معیت کافی ہو جائے اور لوگوں کا خوف دوسروں کی ناراضگی یہ سب دور ہو جائے۔ اسے یقین ہو کہ وہ حق پر ہے اللہ اس کے ساتھ ہے اسے اللہ کی معیت حاصل ہے۔ یہ باتیں جب عملی زندگی میں آ جائیں تو اس مراقبے کے حامل کا ایک عمل درجے کے اعتبار سے شاید دوسروں کے ہزاروں اعمال سے بڑھ جائے۔ لیکن یہ درجات تب ہی نصیب ہوتے ہیں جب یہ خصوصیات عملی زندگی میں آئیں۔

آج مسلمانوں کو عملی زندگی سے قطع نظر کر کے درجات کے حصول کا وہم لاحق ہو گیا ہے اور لوگ کروڑوں ثواب حاصل کرنے کی فکر میں مصروف ہیں یہ دیکھے بغیر کہ اتنے ثواب اکٹھے کر کے انکی عملی زندگی دین سے کتنی قریب ہے یا کتنی دور ہے۔ جن بزرگوں نے تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی وہ بڑے پائے کے عالم اور صاحب حال تھے بہت بڑے ولی اللہ تھے انکے بیٹے بھی بڑے اچھے عالم اور اللہ کے ولی تھے پھر رفتہ رفتہ جماعت بہت پھیل گئی اور ایک ایسی صورتحال بن گئی ہے جو باعث تشویش ہے وہ یہ کہ لوگ چلہ لگا کر آ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نجات ہو گئی اتنے کروڑ کا ثواب مل گیا اب جنتی ہو گئے لیکن آنے جانے کی محنت کو اپنی عملی زندگی میں مثبت تبدیلی کے پیمانے سے نہیں ماپتے۔ یہ قصور جماعت کا ہے جماعت بنانے والوں کا نہیں ہے ہمیں خود یہ احساس کرنا ہوگا کہ اس سارے سفر اور تبلیغ کا حاصل یہ ہے کہ ہماری عملی زندگی سدھرے گناہ سے اجتناب اور نیکی کی محبت حاصل ہو۔ اصلاح احوال نصیب ہو اور اگر یہ تبدیلی نہیں آ رہی تو پھر یہ سمجھا جائے کہ من جانب اللہ یہ مشقت ایک سزا تھی کہ چالیس دن بوجھ اٹھا کر سڑکوں پر پھرتے رہے۔ یہی حال مراقبات کا بھی ہے اگر کسی کو مراقبات نصیب ہیں تو پھر اُن کا اثر عملی زندگی پر آنا چاہیے اگر عملی زندگی میں بہتری نہیں آ رہی تو اس خوش فہمی میں نہ رہے کہ اس کے اتنے مراقبات نہیں بالآخر نتیجہ یہ ہوگا کہ مراقبات کی نعمت اس کے پاس نہیں رہے گی۔

ایک نہایت ضروری بات جو ملحوظ رہنی چاہیے وہ یہ ہے کہ جس صاحب حال کو یہ کیفیات نصیب ہیں اس کا حساب میدان حشر میں عام آدمی کی نسبت بہت سخت ہوگا یہ جو بزرگوں نے فرمایا ہے۔

''قربیاں رابیش بود حیرانیاں''

جو جتنے قریب ہوتے ہیں انہیں اتنا زیادہ محتاط ہونا پڑتا ہے انکے لئے قواعد زیادہ سخت ہیں جس طرح اُن کے اذکار اور اعمال پر اجر زیادہ ملتا ہے اسی طرح ان کا محاسبہ بھی عام انسانوں کی نسبت زیادہ ہوگا لہذا کوشش یہ ہونی چاہیے کہ جو مراقبہ نصیب ہو اسکی کیفیات کردار میں آ جائیں۔ کمی رہ جانا غلطی اور کوتاہی ہو جانا انسانی خاصیت ہے اس لئے کوئی شخص بھی فرشتہ نہیں بن سکتا نہ ہی فرشتہ بننا اسلام کا تقاضا ہے لیکن کم از کم خود کو انسان بنائے رکھنا ضروری ہے جو بندہ انسان ہو کر خواہشات کے پیچھے چلتا رہتا ہے اور خواہشات کو اپنے پیچھے نہیں لگاتا اُسے قرآن حکیم نے جانوروں کا طرز عمل قرار دیا ہے اور ایسے لوگوں کے بارے فرمایا ہے **اولئک کا لانعام** خواہشات کے پیچھے چلنے والے چوپائیوں کیطرح ہیں **بل ھم اضل** بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے ہیں۔

حضور ﷺ کے ارشاد پاک کا مفہوم ہے کہ کسی کی ایک تسبیح زندگی میں قبول ہو گئی تو اس کی نجات کے لئے کافی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جسکی تسبیح مقبول ہو گئی اس بندے کو اللہ ایسے اعمال کی توفیق دے دیتا

ہے جس کے نتیجے میں اسکی نجات ہو جاتی ہے ایک تسبیح سے زندگی میں انقلاب آ جاتا ہے یہی حال مراقبات کا ہے۔ انہیں رسم نہ سمجھا جائے ان کی کیفیات کو اپنے اندر سمویا جائے پھر ان کا اظہار اعضا و جوارح سے زبان و نگاہ سے کردار و عمل سے لین دین سے ہو تو یہ اللہ کا اتنا بڑا انعام ہے کہ جس کا اندازہ کرنا انسانی عقل کے بس میں نہیں ہے اسی لئے بزرگ فرماتے ہیں کوئی شیخ اگر مراقبہ احدیت کرا دے تو اس کے بعد کسی کرامت کی طلب باقی نہیں رہتی۔ یہ بہت بڑا کام ہے جس کے بعد کسی اور کرامت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مثال کے طور پر نماز پڑھنے کو دیکھیئے ہم کوشش کر کے نماز میں ظاہراً انقطاع عن الخلق کر کے متوجہ الی اللہ ہوتے ہیں نماز میں پڑھے جانے والے کلام کے معنی یاد کرتے ہیں معنی سمجھ کر دہراتے ہیں کوشش کرتے ہیں کہ اللہ اکبر کہہ کر صرف اللہ کی تسبیح کریں اللہ کے آگے گزارشات پیش کریں نہ کسی بندے سے بات کریں نہ کسی کی طرف دیکھیں لیکن یہ ساری ظاہری عمل کی کوشش ہے لیکن باطنی طور پر انقطاع عن الخلق نصیب نہیں ہوتا جب تک نبی کریم ﷺ کی برکات سے سینہ منور نہ ہو۔ اور جب باطنی طور پر قلبی طور پر اللہ کی حضوری نصیب ہو جائے۔ اس کا کچھ حصہ کوئی ذرہ شمہ نصیب ہو جائے اس کیفیت قلبی کیساتھ ایک تسبیح نصیب ہو جائے اس حالت کا ایک لمحہ نصیب ہو جائے جب ساری چیزیں محو ہو جائیں ایک اللہ رہ جائے اس حالت میں پڑھی گئی ایک تسبیح نصیب ہو جائے تو بندے کی زندگی میں انقلاب آ جاتا ہے۔

یہی مراقبات کا حاصل ہے اور یہی مراقبات کی فضیلت ہے۔

سوال:- وساوس کو دور کرنے کا کوئی طریقہ بیان فرمائیں؟

جواب:- حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد پاک کا مفہوم ہے کہ وساوس کو ہٹانے کی کوشش پر جہاد کے برابر ثواب ملتا ہے۔ انسان کمزور ہے مجبور ہے یہی مجبوری اور بے بسی کبھی اسے اوہام میں مبتلا کر دیتی ہے اس کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ از خود کچھ سوچنا شروع نہ کرے اگر خود بخود خیالات وساوس آئیں انہیں رد کرنے کی کوشش کرے اس پر جہاد کا ثواب ملتا ہے اس کے باوجود سمجھے کہ یہ ناقابل اصلاح ہے تو کثرت سے درود شریف پڑھا کرے کثرت درود ان چیزوں کے لئے ڈھال بن جاتی ہے۔

ذکر اذکار کی ساری محنت کا حاصل یہ ہے کہ بندہ اللہ کریم کو خود جاننے لگ جائے سنی سنائی خبر تک محدود نہ رہے۔ تزکیہ یا تصوف کے بغیر بندہ رب کریم کو ذاتی طور پر نہیں جانتا سن کر جانتا ہے سنی ہوئی بات اپنی جگہ لیکن اس کا اپنا دل کہتا ہے کہ اس کا رب اس کے پاس ہے اور وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اللہ اس کی بات سن رہے ہیں اللہ اس سے راضی ہے۔ اگر کوتاہی ہو جائے تو دکھ لگتا ہے کہ اللہ کریم کی نافرمانی ہو گئی روتا ہے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کیفیت اسکی عطا ہے چاہے تو ایک لمحے میں عطا کر دے اور ضروری نہیں کہ وہ بڑے مجاہدے سے ہی حاصل ہو۔ مولانا رومی نے ایک قصہ منظوم کیا ہے۔

دید موسیٰ یک شبانے رابراہ
کوہمی گفت اے کریم وائے الہٰ

موسیٰ نے جنگل میں ایک چرواہا دیکھا اس کا ریوڑ چر رہا تھا اور وہ اپنی ہی دھن میں بیٹھا اللہ سے باتیں کر رہا تھا کہ خدایا پتہ نہیں تو کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ میں نے جہاں تک سنا ہے تو اکیلا ہے تیرا کوئی بیوی بچہ نہیں ہے۔

تو کجائی تاشوم من چاکرت
چارقت دوزم کنم شانہ سرت

تو اگر مجھے ملتا تو میں تیری خدمت کرتا تیرے کپڑے مرمت کرتا جب وہ میلے ہو جاتے تو انہیں دھو دیتا تیرے بال دھوتا اُن میں کنگھی کرتا۔

اے محتشم آورم پیشت شیر

دستکت بوسم بمالم پایکت

میرے پاس بھیڑوں کا دودھ ہے وہ میں پیش کرتا۔ تیرے ہاتھ چومتا تیرے پاؤں دباتا۔

وقت خواب آید بروبم جائیکت

سونے کا وقت ہوتا تو تیرے لئے جگہ صاف کردیتا

اے خدائے من فدایت جان من

جملہ فرزندان وخان ومان من

تو میرا پروردگار ہے تجھ پر تو میری جان بھی قربان ہے اور میں اپنا گھر باربال بچہ سب کچھ ہی تجھ پر نچھاور کردیتا۔

اسے رب کو ذاتی طور پر جاننے کی کیفیت اپنی استعداد کے مطابق نصیب تھی اسے کسی نے تعلیم نہیں دی تھی وہ اسی کیفیت سے سرشار اپنی ہی دھن میں اپنے رب سے محو گفتگو تھا وہ اس چیز سے گزر چکا تھا کہ اللہ اور بندے کے درمیان کوئی ذریعہ بھی ہے جو اسے اللہ سے ملانے کا سبب ہے اسے کہیں سے اتنی ہی بات پتہ چلی کہ اللہ اکیلا ہے نہ اس کا مکان ہے نہ بیوی بچے۔ اس چرواہے کو جتنا شعور تھا اور جو جو پریشانیاں اُس اکیلے کو آسکتی تھیں اس کے ذہن میں آئیں اس کے مطابق اس نے سوچا کہ وہ تو اکیلا ہے اسے بیماری میں کون پوچھتا ہوگا اسکے کپڑے کون دھوتا ہوگا اس کے سونے کے لئے جگہ کون صاف کرتا ہوگا اور اگر وہ اسے مل جائے تو وہ اس کی خدمت کیلئے اپنا سب کچھ لٹادے۔

حضرت موسیٰؑ اس کی یہ باتیں سنتے رہے اس سے پوچھا کہ وہ کس سے بات کررہا تھا۔

زیں نمط بیہودہ می گفت آں شباں

گفت موسیٰؑ باکیتست اے فلاں

گفت باآں کس کہ مارا آفرید

ایں زمیں وچراخ ازو آمد پدید

اس نے کہا میں اس ذات سے بات کررہا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا جس نے زمین وآسمان بنائے ہیں لیکن تجھے اس سے کیا اس میں تیرا کوئی کام نہیں۔

گفت موسیٰ ہائے خیرہ سرشدی

خود مسلمان ناشدہ کافر شدی

موسیٰؑ نے فرمایا کہ تو پاگل ہوگیا ہے اور یہ جو کچھ تو کہہ رہا ہے سب کفر ہے تو نے تو اللہ کو ناراض کردیا تو اللہ کی بارگاہ سے دور چلا گیا۔ اس بات پر وہ سخت مضطرب ہوا کہ اگر اللہ ہی روٹھ گیا تو باقی کیا بچا

جامہ رابدرید وآہے گرد تفت

سرنہاد اندر بیاباں وبرفت

صدمے اور دکھ میں اپنا گریبان چاک کر کے ریوڑ چھوڑ کر چیختا چلاتا بھاگا کہ وہ تو اللہ سے راز ونیاز کررہا تھا اس کی خدمت کرنا چاہتا تھا نادانی میں اس سے کیا غلطی ہوئی اور اس نے کیا غضب کردیا۔

اس پر فوراً وحی الٰہی آئی

وحی آمد سوئے موسیٰؑ از خدا

بندہ مارا زما کردی جدا

آپؑ کو تو میں نے مبعوث کیا کہ جو مجھ سے بچھڑے ہوئے ہیں انہیں میرے پاس لے آ اور آپؑ نے اسے دور کردیا۔ جو مجھ سے باتیں کر رہے ہوں انہیں بھگانا تو آپؑ کا منصب نہیں ہے یہ کیفیت ہر فرد کو اسکی ذات اور اپنی استعداد کے اعتبار سے حاصل ہے اور سارے تصوف کا منازل ومراقبات کا حاصل یہی ہے کہ بندہ اپنے رب کو ذاتی طور پر جاننے لگ جائے اور سننے سنانے سے بات آگے نکل جائے۔ اگر یہ نعمت نصیب نہ ہو تو پھر بات سننے سنانے تک رہتی ہے۔ کتاب میں پڑھا' قرآن شریف میں پڑھا' حدیث پاک میں

تصور کرنے کا رواج نہیں ہے چونکہ کیفیات نصیب ہوتی ہیں تو توجہ خود قائم رہتی ہے مراقبات میں پھر تصور کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مراقبے میں مراقبے کی تسبیح دہراتے ہیں اور مراقبات پر وقت لگائیں تو انشاء اللہ توجہ بڑھتی چلی جائے گی۔

سوال :- جب کسی سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو گناہگار ہیں اور گناہگاروں پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے، سو جو نیک نہیں ہے کیا وہ اللہ کی رحمت سے بخشا جائے گا؟۔

جواب :- اللہ جل شانہ' کی رحمت یہ ہے کہ وہ کسی کو اپنی اطاعت کی توفیق دے دیتا ہے اور جو اطاعت الٰہی سے محروم ہوتا ہے وہ غضب الٰہی کا شکار ہوتا ہے سوان کا یہ کہنا درست نہیں۔ رحمت الٰہی سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اطاعت کرتے ہیں عمل کرتے ہیں اُن کو توفیق اطاعت ہوتی ہے پھر انسان کے اعمال میں عبادات میں جو کمی رہ جاتی ہے خلوص میں کمی رہ جاتی ہے علم عمل میں فکر و شعور میں بے شمار کمزوریاں رہ جاتی ہیں تو پھر یہ اللہ کریم کی رحمت ہے کہ وہ اسے قبول فرمالیتا ہے۔

سوال :- کائنات میں سب سے بڑی ذات اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے اور اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی ذات عالی ہے لیکن ایسا کیوں ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لئے اعلیٰ اور ارفع الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اور اللہ کریم کو ''تو کر دے'' ''تو سنتا ہے'' کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے؟۔

جواب :- کسی عالم نے یا کسی مدرسے نے تو یہ نہیں پڑھایا کہ اللہ کریم کے ساتھ اس طرح کا لہجہ اختیار کیا جائے اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو یہ اسکی اپنی جہالت ہے اللہ کی ذات خالق ہے' مالک ہے اللہ کریم سے بات کرتے وقت ادب نہ کرنا گستاخی ہے بے ادبی ہے اور اس طرح دعا تو کیا قبول ہوگی اس کی سزا ملنے کا احتمال ہے لیکن دوسرے ہی لمحے اگر احساس ہوتا ہے اور بندہ توبہ کر لیتا ہے تو معافی ہو سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں آپ میں بندوں کے اوصاف ہیں آپ ﷺ فخر انسانیت ہیں لیکن بشر ہیں بشری اوصاف کے تحت قلب اطہر کو جو رنج ہوتا ہے اللہ کریم اس رنج سے پاک ہے اور ایذائے رسول ﷺ حرام ہے اور ایذا پہنچانے والے کا ایمان جاتا رہتا ہے قرآن حکیم میں اللہ نے فرمایا ہے کہ جس طرح موسیٰؑ کو بنی اسرائیل نے باتیں کہہ کہہ کر ایذا دی تھی تم اپنے پیغمبر ﷺ کو ایذا نہ دینا۔ سورۃ الحجرات میں بارگاہ نبوی ﷺ کی حاضری کے آداب سکھائے ہوتے فرمایا **لا ترفعوآ اصوتکم فوق صوت النبی (الحجرات ۲)** نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بلند آواز سے بات نہ کرو اور فرمایا **ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثر ھُم لا یعقلون٥** جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے باہر سے آواز دیتے ہیں وہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔ تو حضور ﷺ سے بات کرنے کے لئے آداب مقرر ہیں آپ ﷺ عالم انسانیت میں سے ہیں اور فخر انسانیت ہیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھی خوشی اور رنج کی کیفیات موجود ہیں۔ آپ ﷺ کے بارے ادب ملحوظ رکھنے سے احترام بڑھتا ہے اور اگر حضور ﷺ کی ذات کے بارے ہلکی بات کی جائے تو توہین کا احتمال ہے جو کفر ہے اور توہین رسالت کی توبہ مشکل ہو جاتی ہے کہ جو ایذا قلب اطہر کو پہنچی اس کا ازالہ کیسے ہو؟

اللہ کریم رنج کی کیفیات سے بالاتر ہیں اور اللہ کے ساتھ توبہ کا معاملہ دوسرا ہے لیکن ایذائے رسول ﷺ کو اللہ کریم خود برداشت نہیں فرماتے اور بندے کو توبہ کی توفیق نہیں دیتے۔ قرآن حکیم میں بہت سے کفار و مشرکین کا ذکر آیا ہے جو تلوار لیکر حضور ﷺ کے خلاف میدان کارزار میں اُترے لیکن جہاں تک ذات عالی ﷺ کا تعلق تھا

ذات اقدس کے بارے انہوں نے کبھی گستاخی نہیں کی یعنی ان کا اختلاف اگر تھا تو عقیدۓ ایمان اور مذہب کا تھا لیکن جب بھی آپ ﷺ کی ذات عالی کی بات ہوتی تو وہ کہتے ہیں کہ صادق ہیں امین ہیں بہترین انسان ہیں۔ ان میں خوبیاں ہیں یہ الگ بات ہے کہ ہمیں ان کی دعوت قبول نہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس طرح کے لوگوں کو ایمان نصیب ہوگیا۔ کچھ ایسے لوگ تھے جنہوں نے ذات اقدس پر اعتراض کئے' توہین کی گالیاں دیں' توانکے لئے اللہ کا یہ طے شدہ اصول ہے کہ انہیں کبھی ایمان نصیب نہ ہوا وہ کفر پر ہی مر گئے۔ کسی نے کہا تھا "با خدا دیوانہ باشد با محمد ہوشیار" کہ اللہ کی بارگاہ میں تو دیوانگی چل جاتی ہے اس لئے کہ ہم کم درجے کے الفاظ ادا کریں تو اللہ کی ذات رنج سے بالاتر ہے اسکی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑھتا۔ اور ایسے ہلکے الفاظ شان رسالت میں بھی کمی تو نہیں کر سکتے لیکن حضور ﷺ مخلوق ہیں اللہ کے بندے ہیں تو توہین ایذائے رسول ﷺ کا سبب بنتی ہے قلب اطہر کو دکھ محسوس ہوتا ہے۔

جو لوگ اللہ کی بارگاہ میں گستاخانہ لہجہ اختیار کرتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ وہ اللہ کو مانتے بھی ہیں یا نہیں شائد مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونے والے رسمی مسلمان ہوں۔ دراصل اللہ کریم کی شان میں گستاخی کرنے والا مسلمان رہ نہیں سکتا۔ دنیا میں اس طرح کے واقعات دیکھنے کو ملتے رہتے ہیں اللہ پناہ دے۔ جماعت میں کبھی دو ساتھی ہوا کرتے تھے اب وہ جماعت میں نہیں رہے ایک نے دوسرے کو کچھ رقم دیکر معاہدہ کیا کہ وہ ہر ماہ اسے مقرر کردہ رقم دیا کرے گا اس نے دو چار ماہ دی پھر کھا گیا میں نے دونوں کو منع کیا کہ یہ سود ہے اسے فوراً چھوڑ دو اور اپنی اصل رقم لے اس سے بھی کہا اسکی اصل رقم واپس کردو۔ دونوں نہیں مانے اور پھر مجھے خط لکھا کہ چونکہ اس نے میری رقم واپس نہیں کی تو میں نے خفا ہو کر جماعت چھوڑ دی ہے میں نے اسے لکھا تم نے کیا چھوڑنی تھی وہ ایسوں کو یہاں ٹکنے نہیں دیتا۔ جب تم نے ذکر الٰہی کے ساتھ اللہ اللہ کرتے ہوئے سود کھانا چاہا تو اسکی غیرت جوش میں آئی اس نے تمہارا اصل بھی ضائع کر دیا کیا یہ کردار ایمان باللہ کے ساتھ جچتا ہے؟ یعنی بندہ اللہ اللہ کرنے کا ڈھونگ بھی رچائے اور سود بھی کھائے تبلیغی جماعت والے چلہ لگا کر آتے ہیں اور کاروبار سود پر کرتے ہیں تو جس عمل کی چھاپ کردار پر نہیں آتی اس عمل میں عقیدہ نہیں ہوتا وہ محض ایک ورزش ہوتی ہے ایک دنیاداری ایک ظاہر داری سے نیک کہلانے' پارسا کہلانے اور خود کو دھوکہ دینے کے لئے کہ اتنے قدم اللہ کی راہ میں چلے تو اس میں اتنا ثواب مل گیا۔ ان باتوں میں ایمان باللہ کا کوئی عنصر نہیں اس لئے کہ یہ باتیں یہ اعمال اور اعمال کے فضائل یہ سب ایمان باللہ کے ساتھ ہیں مال حرام اور ایمان باللہ کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں۔ جنہیں اللہ کی ذات پر یقین نصیب ہوتا ہے انہیں عظمت الٰہی کا یقین رہتا ہے وہ بے تکلفی کیسے کریں گے؟ بندے کو چاہیے کہ اپنے ایمان کو درجہ یقین پر لے جائے ایمان جتنا مضبوط ہوگا اسکے کردار میں اتنی اصلاح ہوتی چلی جائے گی یہ ایمان کی مضبوطی کی بڑی پکی دلیل ہے اگر عملی زندگی میں اصلاح نہ ہو رہی ہو تو یہ ایمان کی کمزوری کی علامت ہے یہ اس بات کا اظہار ہے کہ ہم صرف زبان سے کہہ رہے ہیں دل کے ساتھ نہیں دے رہا۔ ورنہ جو برتن بھر جائے وہ خود بخود بہنے لگتا ہے اسے کوئی روکنا بھی چاہے تو نہیں رکتا۔ اور برتن میں تھوڑا ہو تو بڑی دقت کے بعد کوئی قطرہ نکلتا ہے دوسروں کو بتانے کے لئے پہلے خود دولت یقین سے مالا مال ہونا پڑتا ہے جس بات کی حقانیت پر یقین ہو جائے بندہ اسے بتانے سے رکتا نہیں خواہ اگلے اس کا مذاق اڑائیں وہ خاموش نہیں رہ سکتا اور ترقی درجات تو ایمان وعقیدے کی درستگی کے بعد اتباع شریعت میں ہے۔ اتباع

شریعت کی پوری کوشش کرے کمی رہ جانا الگ بات ہے لیکن کمی چھوڑ دینا اور بات ہے ارادتاً اس میں کمزوری دکھانا اور بات ہے اور اپنی پوری کوشش کرنے کے بعد پورا نہ کرسکنا اور بات ہے پوری کوشش کے بعد جو کمی رہ جائے اسے اللہ کریم معاف فرما دیتے ہیں اور جو کمی ہم خود چھوڑ دیتے ہیں وہ درست نہیں سورۃ توبہ کی اس آیت مبارکہ میں اللہ کریم یہی بات ارشاد فرما رہے ہیں یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا آباء کُم واخوانکُم اولیآء ان استحبوا الکفر علی الایمان۔ o

اے ایمان والو اگر تمہارے والدین یا بھائی یا عزیز ایمان کی بجائے کفر کو پسند کرتے ہیں تو انہیں دوست نہ بناؤ یعنی سب سے قریبی رشتے بھی اگر اسلام کے خلاف ہوں تو انہیں اپنا دوست نہ سمجھو۔ اگر انہیں ایمان کی نسبت کفر عزیز ہے تو انہیں اپنا دوست مت سمجھنا۔ ومن یتولھُم منکُم۔ اگر تم نے ان میں سے کسی کے ساتھ تعلقات رکھے فاولئک ھُم الظلمون o تو ایسے لوگ بھی ظالموں میں شمار ہونگے۔

دنیوی تعلقات میں قریب ترین رشتے سگے باپ اور بھائی ہوتے ہیں انکے بارے بھی حکم ہے کہ اگر وہ شریعت کے خلاف اصرار کریں تو ان سے تعلق ہی نہ رکھو تمہاری اور انکی دوستی ہے ہی نہیں کیونکہ دوستی تو شریعت کے ساتھ ہے اور شریعت کا دشمن تمہارا دشمن ہے سو قرآن حکیم نے کوئی حیلہ بہانہ نہیں چھوڑا جس کی آڑ لیکر اللہ کی اطاعت یا نبی کریم ﷺ کے اتباع سے اعراض کیا جائے۔

بات صرف اتنی سی ہے کہ آدمی کے اپنے اندر وہ اعتماد و یقین ہو کہ اسکے اپنے پائے استقامت میں لغزش نہ آئے۔ یہ یقین و اعتماد کیسے حاصل کیا جائے؟ اس کے لئے اللہ کریم فیصلے کی توفیق دے تو بندہ سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کرے کہ اسے اللہ کی رضا کے لئے ہی جینا ہے پھر اپنے فیصلے پر ڈٹ جائے اس میں محنت کرے اور کمی نہ کرے اس لئے کہ دنیا کے بھی جس کام کو ہم کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں حتی المقدور اس کے حصول کے لئے پوری محنت کرتے ہیں لہٰذا مجاہدہ و محنت طالب کے ذمے ہے ثمرات عطا کرنا اللہ کے ذمہ ہے اگر وہ چاہے تو ایک لمحے میں سالوں کی مسافت طے کرا دے اور چاہے تو سالوں مجاہدہ کراتا رہے بندے کا کام ہے اللہ کے دروازے پر موجود رہے اپنی کوشش حصول رضائے الٰہی کے لئے مختص کرلے پھر وقت کی کوئی قید نہیں اُسے کبھی محسوس نہیں ہوتا کہ کون پیچھے تھا کون آگے نکل گیا کون بڑا ہے کون چھوٹا ہے؟ اسکی نگاہ اس بات پر رہتی ہے کہ اس کا تعلق اللہ کے دروازے کے ساتھ ہے یا نہیں اسکی طلب کھری ہے یا نہیں اسے ذکر الٰہی نصیب ہے یا نہیں بس وہ اسی دھن میں مگن رہتا ہے اور جبتک بندہ اس ادھیڑ بن میں لگا رہے کہ وہ آگے نکل گیا میں پیچھے رہ گیا مجھے اتنے مہینے ہوگئے یہ نہیں ملا۔ تب تک بندے کی طلب انہی چیزوں کی ہوتی ہے رضائے الٰہی کی طلب نہیں ہوتی۔ اگر طلب رضائے الٰہی کی ہو تو پھر بندہ عطائے الٰہی پر یکسو ہو جاتا ہے جس بات پر اللہ راضی ہو اور جو وہ عطا کرے وہ اسی پر راضی رہتا ہے۔ پھر اللہ کی طرف سے اسے وہ ملتا ہے جتنا وہ مانگ نہیں سکتا۔ جب تک خود تجویز کرتا رہتا ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رضائے الٰہی کی طلب میں کمی ہے یہ انسانی نفسیات کی باریکیاں ہیں انہیں اپنی ذات میں تلاش کرنا چاہیے انہیں سمجھنا چاہیے اور اپنی طلب کو خالص اللہ کی رضا کے لئے کھرا رکھنا چاہیے۔ اللہ کریم ہماری لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ ہمیں طلب صادق عطا فرمائے اپنی یاد کے ساتھ زندہ رکھے اپنی یاد پر موت نصیب فرمائے اور اپنے ذاکرین بندوں میں ہمارا حشر فرمائے آمین

..........☆☆☆..........

امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہٗ
کے فی البدیہہ خطابات پر مشتمل منفرد انداز کی
پہلی بیانیہ تفسیر قرآن حکیم

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 25-01-2008

الحمدللّٰہ رب العلمین٥

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّاٰلہٖ

واصحابہٖ اجمعین٥

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم٥

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیُم٥

یٰا ایھا الناس اتقوا ربکُم

الذی........................ ھنیاءً مریاً٥

سورۃ النساء آیت نمبر 1 تا 4

اللھُم سبحٰنک لا علملناَ الا ما علمتنا اِنکَ

انت العلیمُ الحکیم

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَداً

عَلٰی حَبِیبِکَ مَنْ زَانَت بِہِ الْعُصُروا

فرمایا اے لوگو! اس اللہ سے معاملہ درست رکھو جو تمہارا خالق ہے رازق ہے جس نے تمہیں بے پناہ کمالات عطا کئے ہیں کہ وہ تمہارا رب ہے ربوبیت اللہ کی وہ شان ہے جس کی وسعتوں کو سمجھنا اور احاطہ علم میں لانا ممکن نہیں صرف وجود انسانی کا ہی تجزیہ کریں تو دنیا کے علوم مل کر اس کی باریکیوں کو نہیں پا سکتے۔ اللہ نے ذرات خاکی کے اندر ایک جہان آباد کر رکھا ہے اس نے ہر ایٹم میں ایک مثبت اور منفی نظام رکھا ہے اور ذرے کے اس کروڑویں حصے کے ذریعے اتنی نازک پیوندکاری کی ہے کہ انہی کے جوڑ سے علیحدہ علیحدہ اعضائے انسانی کی تخلیق کر کے ایک جیتا جاگتا انسان بنا دیا ہے بدن انسانی کی ساخت اس میں پٹھوں رگوں کا اعصاب کا وسیع نظام رکھا ہے اور حواس خمسہ عطا فرمائے ہیں جن میں سے ہر ایک کے کام میں اتنی نزاکتیں ہیں آنکھ کس باریکی سے دیکھنے کا نظام چلاتی ہے سننا اور سونگھنا اتنے نازک اور مربوط نظام کے تحت چلتے ہیں دماغ کو دیکھیں تو اتنا وسیع کمپیوٹر ہے جس میں زندگی بھر کی فائلیں محفوظ رہتی ہیں ایک انسان کی زندگی کے سارے نشیب و فراز، زیر و بم، اتار چڑھاؤ سب محفوظ رہتے ہیں انسانی دماغ کی کارکردگی دیکھ کر ہی سمجھ آ جاتی ہے کہ انسانوں کے اعمال نامے کس طرح محفوظ کئے جا رہے ہیں۔

کس آسانی سے ریکارڈ ہو رہے ہیں اور اللہ کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید نہیں جب وہ انہیں یوم حشر لوگوں کے ہاتھوں میں تھمائے گا یہاں اللہ نے اپنی ربوبیت کے کمال کا تذکرہ یوں فرمایا ہے کہ خلقکُم من نفس واحدۃ اس نے تم سب کو ایک وجود حضرت آدمؑ سے پیدا کیا عالم انسانیت کو ایک فرد واحد سے تخلیق کیا۔ اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے اللہ جس طرح چاہے اپنی مخلوق کو پیدا کرتا ہے وہ چاہتا تو جس طرح درختوں کو علیحدہ علیحدہ اُگاتا ہے درخت زمین سے علیحدہ علیحدہ اُگتے ہیں انسانوں کی تخلیق بھی ایسے کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو چیزیں جدا جدا تخلیق ہوتی ہیں ان کی خصوصیات الگ ہوتی ہیں ان کی خوشبو، ذائقہ، رنگت سب مختلف ہوتے ہیں اور اسی سے وہ پہچانے جاتے ہیں کہ یہ گھاس ہے یہ غلہ ہے یہ پھلدار درخت ہے یہ پھولدار پودے ہیں یہ بیلیں ہیں اور جن

چیزوں میں آپس میں تعلق ہے وہ ایک جیسے ہیں۔ آم کی گٹھلی سے پیدا ہونے والے تمام درخت آم کے ہی ہوتے ہیں وہ درخت چھوٹے بڑے ہو سکتے ہیں رنگ اور ذائقہ کم و بیش ہو سکتا ہے جنس ایک ہی رہتی ہے یعنی ہر درخت پر آم ہی لگتے ہیں۔ اسی طرح انسانیت کو ایک ہی وجود سے اس لئے بنایا کہ یہ آپس میں متعلق ہیں اور ان کا آپس میں متعلق ہونا ہی انسانیت ہے انسانیت کا تنا ایک ہے جڑیں ایک ہیں اور اُن پر ڈالیں مختلف ہیں۔

انسانیت ایک تنا ہے اس سے قبیلے اور شعوب بنے انسانوں میں سے ہی کچھ لوگ انسانیت کا ثمر ہوتے ہیں۔ جیسے انبیاء ثمر ہیں ہوتے وہ بھی انسان ہی ہیں وہ بھی اسی ایک وجود سے بنتے ہیں لیکن انسانیت کے درخت کا پھل ہوتے ہیں کچھ افراد پتوں کا کام کرتے ہیں اور یوں انسانیت کے تنے کو بہار آشنا کیے رکھتے ہیں وخلق منها زوجها تو پروردگار نے ساری انسانیت کو ایک وجود سے پیدا کیا اور انہیں یوں ایک جان رکھا کہ انکی اہلیہ محترمہ کو بھی حضرت حوا کو بھی اُن کے وجود سے یعنی حضرت آدمؑ کے وجود سے اپنی قدرت کاملہ کے تحت پیدا فرمایا۔ حالانکہ اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے وہ چاہتا تو جس گارے سے حضرت آدمؑ کو بنایا اسی گارے سے حضرت اماں حوا کو بھی بنا دیتا۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر دونوں میں کچھ تفریق آجاتی اس لئے اس نے حضرت آدمؑ کے وجود سے اُن کا جوڑا بنایا اس کا مطلب ہے ساری انسانیت ایک چیز ہے اس کی آبادی ایک دوسرے کی بھلائی چاہنے پر ہے ایک دوسرے کی سلامتی چاہنے پر ہے اگر کسی درخت کی شاخیں ایک دوسرے سے مخالفت کرنے لگیں ایک دوسرے کی غذا چھیننے لگیں یا اس کے پتوں میں لڑائی ہو جائے تو کیا وہ آباد رہ سکتا ہے؟ شاداب رہ سکتا ہے؟ اس پر پھول کھل سکتے ہیں؟ پھل آ سکتے ہیں؟ اسی طرح نسل انسانیت ایک دوسرے کی دشمن ہو جائے تو اُن میں اوصاف انسانی نہیں رہیں گے ان میں انسانیت کے ثمرات نہیں لگیں گے وہ تباہی کی جانب رواں دواں ہو جائے گی اس لئے اللہ کریم نے انسانیت کو جوڑ کر رکھنے کے لئے انسان کا جوڑا بھی اس کے اپنے وجود سے بنایا لہٰذا تم سب ایک دوسرے سے متعلق ہو۔ اور جس شخص میں انسانیت باقی ہوگی وہ دوسرے انسانوں کی بھلائی چاہے گا اور جو شخص دوسرے انسانوں کے حقوق چھیننے کے در پے ہے ان کا رزق چھینتا ہے انہیں اپنا غلام اور اپنے تابع رکھنے کی کوشش کرتا ہے اس میں سے وصف انسانیت زائل ہو چکا ہے۔

اولئک کالانعام (الاعراف ۱۷۹) وہ چوپایوں کی طرح ہے یہ خصوصیت صرف چوپایوں کی ہے کہ وہ صرف اپنا پیٹ بھرنا چاہتا ہے اُسے کسی سے کوئی غرض نہیں ہوتی دوسرا زندہ رہے یا نہیں' دوسرے تک اس کا حق پہنچے یا نہیں یا دوسرے کی سلامتی کس میں ہے؟ اسے ان باتوں کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہوتی یہ درندوں اور چوپایوں کی خصلت ہے اور اگر یہی بات انسانوں میں بھی آ گئی تو اس کا مطلب ہے انسان ہوتے ہوئے انہوں نے انسانی اوصاف ضائع کر دیئے۔

اللہ نے تو انسان کو اشرف الخلوقات بنایا اس کا وجود گارے سے بنایا لیکن اس میں ایک قیمتی نایاب چیز کا پیوند لگایا جسے روح کہتے ہیں جو امر ربی میں سے ہے امر اللہ کی صفت ہے سورۃ اعراف میں اللہ کریم فرماتے ہیں والا لہ' الخلق ولامر (۵۴) خلق بھی اُسی کا ہے امر بھی اسی کا ہے خلق میں فنا ہے امر میں فنا نہیں اس لئے کہ یہ سب صفت باری ہے اور جس طرح اللہ کی ذات قدیم ہے اللہ کی صفات بھی قدیم ہیں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ کے لئے رہیں گی تو روح انسانی کو صفت امر سے کیسے پیدا کیا؟ فرمایا وما اوتیتم من العلمِ الا قلیلاً (بنی اسرائیل ۸۵) اللہ پاک فرماتا ہے اس کا علم انسان کو نہیں دیا گیا کہ اللہ نے مادے اور روح کا جوڑ کیسے لگایا

انسانوں کو اتنا علم نہیں دیا گیا کہ وہ اس راز سے پردہ اٹھا سکیں انسان کے لئے اتنا جاننا کافی ہے کہ اس میں عالم امر کی تجلی موجود ہے لہٰذا پوری کائنات میں صرف انسان وہ مخلوق ہے جس کے لئے فنا نہیں جسے ہر حال میں ہمیشہ رہنا ہے۔ باقی ساری مخلوق میں حیات ہے اسے عرفاً روح کہہ دیا جاتا ہے۔ روح کی دو قسمیں ہیں ایک روح علوی جس کا ذکر کیا گیا ہے دوسرا روحِ سفلی۔ جب اجزائے بدن ملتے ہیں یعنی آگ، ہوا، پانی، مٹی کے مرکب سے بخارات پیدا ہوتے ہیں جو زندگی کا حیات کا سبب بنتے ہیں اسے روح حیوانی کہتے ہیں نفس بھی کہہ دیتے ہیں یہ روح انسانوں میں بھی ہے اور بدن کی حیات کا سبب ہے میڈیکل سائنس اسی حیات اسی زندگی پر بحث کرتی ہے۔ یہی روح حیوانی جانوروں، درندوں، پرندوں میں بھی ہے لیکن انسان اس روح حیوانی کی وجہ سے اشرف المخلوقات نہیں بلکہ اللہ کی صفاتی تجلی کے پرتوں کی وجہ سے اشرف المخلوقات ہے اسی سبب موت اسکی زندگی کا خاتمہ نہیں کرتی۔

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوامِ زندگی

بدن پر جو موت وارد ہوتی ہے اس سے زندگی شروع ہوتی ہے یہ زندگی کا خاتمہ نہیں۔ شکم مادر میں جب حیات پیدا ہوتی ہے تو روح علوی، عالم امر کی روح اس میں پھونک دی جاتی ہے اور جب وجود کے اجزاء سے اس کا رشتہ بنتا ہے تو یہ نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے موت جب آتی ہے تو وجود بے حس ہو جاتا ہے حیات دنیوی ختم ہو جاتی ہے روح الگ ہو جاتی ہے یا علیین میں چلی جاتی ہے یا سجین میں چلی جاتی ہے۔ بدن گل سڑ کر مادے کی کسی نہ کسی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے خاک میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے درندہ کھا جائے تو اس کے گوشت کا حصہ بن جاتا ہے۔ آگ میں جل جائے تو خاک ہو جاتا ہے مادے کی کسی نہ کسی صورت میں موجود رہتا ہے اور جہاں جہاں وجود کے ذرات ہوں اُن کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے اگر مرنے کے بعد انسان نجات یافتہ ہے تو جو آسودگی اسکی روح کو نجات کے سبب سے حاصل ہے وہ اسکے بدن کے ہر ذرے تک پہنچتی ہے اور اگر روح عذاب میں گرفتار ہے تو عذاب کی تکلیف کا احساس بھی ہر ذرہ بدن کو ہوتا رہتا ہے خواہ بدن کے ذرات منتشر ہو کر زمین پر دور تک پھیل جائیں سو یہ آیت کریمہ احساس دلا رہی ہے کہ واتقوا ربکم اس بے مثال کاریگر سے بنا کر رکھو جس نے سڑے ہوئے گارے سے تمہیں ایک بہترین تخلیق اور شاہکار بنا دیا پھر تم پر اتنا کرم کیا کہ تم میں دوئی پیدا نہیں ہونے دی و خلق منھا زوجھا ایک وجود سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ ایک دوسرے کا بھلا سوچیں ایک دوسرے کے حق کا تحفظ کریں ایک دوسرے کی بقاء چاہیں وبث منھما رجالاً کثیراً ونساء پھر اس جوڑے سے بے شمار مخلوق پیدا کر دی اور توالدو تناسل کے ذریعے نسل انسانی کے نظام کو جاری کر دیا۔ تو انسانوں کی اساس ایک ہی ہے لہٰذا جو شخص بھی انسانوں کو تقسیم کرے گا انہیں الگ الگ طبقوں میں بانٹ کر انہیں تکلیف دے گا اللہ کے عطا کردہ حقوق و فرائض میں رکاوٹ ڈالے گا وہ بہت بڑا مجرم ہوگا۔ انسانیت کا ہر فرد اپنی جگہ اللہ نے اہم بنایا ہے سب انسانیت کے گلشن کے پتے پھل پھول ہیں جس طرح درخت کا تنا ایک ہوتا ہے اس پر ڈالیں، شاخیں، پھول رہتے ہیں، پھل بنتے ہیں اسی طرح ہر فرد انسانیت کے باغ کا اہم حصہ ہے ہر فرد ضروری ہے کوئی شخص فالتو نہیں کوئی شخص اس قابل نہیں کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے ہر شخص اتنا ہی اہم ہے جتنا ہم اپنے آپ کو اہم سمجھتے ہیں یہ فلسفہ سمجھ میں آ جائے تو جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے لیکن یہ فلسفہ سمجھنے کے لئے انسانوں کے خالق سے آشنائی ضروری ہے اسی لئے قرآن حکیم نے پہلے یہ بات سمجھائی کہ اتقوا

ربکم اپنے رب سے معاملہ درست رکھو تقویٰ کا معنی اُردو میں ڈر لکھا جاتا ہے یہ لفظ تقویٰ کا مفہوم ادا نہیں کرسکتا کہ اُردو کا دامن اتنا وسیع نہیں کہ عربی کے مفہوم کو ایک لفظ میں سمو دے۔ تقویٰ اللہ اور بندے کے درمیان ایک تعلق کو کہتے ہیں تقویٰ اللہ سے اپنے خالق سے اپنے مالک سے اپنے رب سے اس رشتے کو کہتے ہیں جس میں بندہ اپنے رب کی پسند کے خلاف کرتے ہوئے لرز جائے۔ سو تقویٰ کے درجے ہیں تقویٰ اللہ کی نافرمانی کرنے سے ڈرنے کا نام ہے تقویٰ عشق ہے جنون ہے اور اللہ کریم سے ایسا تعلق ہے کہ سب کچھ اس کے لئے قربان کرنا آسان ہو اس سے تعلق مجروح ہونا قبول نہ ہو۔

الذی تساء لون بہ والا رحام ○ جب بھی تم مجبور ہوتے ہو۔ بے بس ہو جاتے ہو تمہارا بس نہیں چلتا تو پھر کیا کرتے ہو ایک اسی کے نام کا واسطہ دیتے ہو کہ اللہ کا خوف کرو اللہ کے لئے حسن سلوک کرو ضرورت پڑنے پر اسی کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابت کے واسطے دیتے ہو۔ رشتہ داریاں ڈھونڈتے ہو تعلقات تلاش کرتے ہو تو جان لو کہ رشتہ داری ساری انسانیت میں ہے جب ضرورت پڑے تو اسی ذات کے حوالے سے اپنی بقاء چاہتے ہو تو پھر خود اس سے اپنا تعلق کیوں نہیں بناتے ہو؟ اور جب اللہ نے ساری انسانیت کو ایک وجود سے وابستہ کر کے سب کو آپس میں متعلق کر دیا ہے تو پھر سب کو اللہ کے عطا کئے ہوئے حقوق دیتے رہو تا کہ انسانیت کا گلشن شاداب رہے بحیثیت انسان مومن و کافر دونوں کے انسانی حقوق اللہ نے برابر رکھے ہیں جیسے زندہ رہنے کا حق سب کو ہے اس حق میں بہت سی باتیں شامل ہیں کہ رزق کے وسائل اس پر بند نہ کئے جائیں اس کے علاج معالجے کی سہولتیں نہ روکی جائیں تعلیم کی سہولت سے محروم نہ کیا جائے اور یہ اہتمام ہر ایک کے لئے یکساں ہو۔ اسلامی حکومت کے ذمے واجب ہے کہ وہ معاشرے میں عدل کرے انصاف کرے بے گناہ کو احترام دے مجرم کو سزا دے اور جسے اللہ قتل کی سزا دے اسے اللہ کے حکم کے تحت سزا دے تا کہ معاشرے میں ہر حقدار کو اس کا حق پہنچانا یقینی بنایا جا سکے۔

ان اللہ کان علیکم رقیبا پھر تمہاری ایک مجبوری ہے کہ تم اس کی نگاہوں سے چھپ نہیں سکتے۔ رقیب کے معنی ہیں نگہداشت کرنے والا ایسا پہرے دار جو ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہو تو یاد رکھو یقیناً اللہ تمہاری ہر حرکت، ہر سوچ ہر فکر سے واقف ہے تم خود اپنے آپ کے اتنا قریب نہیں ہو جتنا وہ تمہارے قریب ہے اقرب الیہ من حبل الورید (سورۃ ق ۱۶) وہ شہ رگ سے زیادہ تمہارے قریب ہے جو کچھ تم سوچتے ہو اللہ کے سامنے ہے جو دیکھتے ہو، کہتے ہو، کرتے ہو وہ سب اس کے سامنے ہی ہو رہا ہے ذرا اندازہ کر لو اس کے پاس واپس کیا لے کر جاؤ گے؟ اگر ایمان اس درجہ پختہ ہو جائے تو پھر کسی وعظ کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ انسان خود اپنی اصلاح میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنی اصلاح کی فکر اسے دامن گیر رہتی ہے۔ ایک بزرگ نے کسی کو اصلاح کا یہ طریقہ تعلیم فرمایا کہ ایک دن اپنے معمول کے کام جاری رکھتے ہوئے ایک کاپی پر اپنی گفتگو کو لکھتے جاؤ شام کو یہ ڈائری خود پڑھنا۔ اگر اپنی باتوں پر شرمندگی ہو تو وہ کام چھوڑ دو جن کاموں سے جن باتوں سے آج تم خود شرمندہ ہو رہے ہو خجالت محسوس کر رہے ہو تو وہ کام چھوڑ دو جنہیں دیکھ کر آج خود شرمندہ ہو رہے ہو کل ان کاموں کو ان باتوں کو اللہ کی بارگاہ میں کیسے پیش کرو گے۔ اگر آج ہم بھی ایک دن کی اپنی ڈائری بنالیں تو شام کو سمجھ آجائے گی کہ میں کون سا رجسٹر لے کر قیامت کو اللہ کی بارگاہ میں جاؤں گا۔

اللہ پاک فرما رہے ہیں کہ انسانیت کی بنیاد یہی ہے کہ تم سب ایک ہی درخت سے منسلک ہو کوئی تم میں سے بہت بڑا ڈال ہے کوئی شاخ ہے کوئی پتا ہے کوئی اس کا پھول ہے اور کوئی پھل اور تم سب کی بقاء

ایک دوسرے کا حق دینے میں ہے چھیننے میں نہیں۔ مخلوق میں کوئی کمتر نہیں کوئی برتر نہیں ہر فرد اپنی جگہ ضروری ہے جیسے کسی مشین کے سارے پرزے اپنی اپنی جگہ ضروری ہیں کبھی آپ بھیڑیں چرانے والے چرواہے کو دیکھیں اس کے پاس کئی سو بھیڑ بکریاں بھی ہوں تو وہ اپنے تمام جانوروں کو پہچانتا ہے آپ کسی پروفیسر سے کسی بڑے عالم سے بڑے ماہر فن سے کہیں کہ وہ کسی ریوڑ کی بکریاں دوسرے ریوڑ میں مل جائیں تو وہ انہیں علیحدہ کر کے دکھائے لیکن وہ نہیں بتا سکیں گے اوران پڑھ چرواہا ایک نظر میں پہچان لے گا کہ اسکے ریوڑ کے جانور کونسے ہیں اور دوسرے ریوڑ کے جانور کون سے ہیں تو یہ علم ہے یہ اللہ کی عطا ہے ہرایک کو اس کی ضرورت کے لئے وہی عطا کرتا ہے لہٰذا مخلوق میں کوئی بھی کم تر نہیں۔ سفر کرنے کے لئے گاڑی بنائی جاتی ہے کوئی کہے کہ اس کے ٹائر تو زمین پر لگتے ہیں کیچڑ میں لتھڑے رہتے ہیں اس لئے انہیں اتار لینا چاہیے تو کیا پھر گاڑی چل سکے گی؟

گاڑی چلانے کے لئے کیچڑ والے ٹائر بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنی اس کی آرام دہ نشستیں۔ اسی طرح جتنا ضروری ملک کے لئے ایک حکمران ہے اتنا ہی ضروری ایک مزدور بھی ہے۔ جتنی حفاظت ایک حکمران کی ضروری ہے اتنی حفاظت کا مستحق مزدور بھی ہے جس طرح حکمران کو تمام ضروریات وسہولیات بہم پہنچائی جاتی ہیں اسی طرح زندگی کا ہر حق مزدور کو بھی آسانی سے ملنا چاہیے تب جا کر انسانیت کی گاڑی چلتی ہے اور اگر آپ نے کسی کو گھٹیا کہہ کر الگ کر دیا اس کا حق نہ دیا تو انسانیت ترقی کرنے کے بجائے دہشت گردی کا شکار ہو جائے گی۔ ہمارے ملک میں بھی دہشت گردی ہو رہی ہے اور میڈیا پر بڑے دانشور بہت بڑی بڑی باتیں کہتے ہیں لیکن مجھے دکھ ہوتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہنے کی جرات نہیں کرتا کہ دہشت گردی ظلم کا نتیجہ ہے یہ انصاف کے نہ ہونے کا ثمر ہے لوگوں کو ان کے حقوق نہیں مل رہے اس لئے وہ دوسروں سے حقوق چھینا چاہتے ہیں دہشت گردی اس لئے ہوتی ہے کہ لوگوں کو جائز طریقے سے حق ملنے سے مایوسی ہو جاتی ہے تو وہ ناروا طریقے اختیار کر لیتے ہیں آج جو قتل وڈاکے ہو رہے ہیں یہ اُس دہشت گردی کا جواب ہے جو سب سے بڑا دہشت گرد اُن کے حقوق چھین کر انہیں اس کام پر مجبور کر رہا ہے اللہ نے ظلم کا علاج عدل بتایا ہے سورۃ البقرہ میں اللہ پاک فرماتے ہیں **ولکم فی القصاص حیوٰۃ یا ولی الالباب (البقرہ ۱۷۹)**

اے لوگو! تمہاری حیات قصاص میں ہے۔ عدل میں ہے انصاف میں ہے۔ عدل نہیں کرو گے تو موت کے جبڑوں میں پھنس جاؤ گے اور عدل کے بغیر زندگی بھی بے سکون رہے گی' اللہ ہمیں یہ شعور دے اور اللہ ہمارے حکمرانوں کو زندگی میں توبہ کی توفیق عطا کر دے' تباہی سے بچنے کا یہی آسان راستہ ہے حکمران تبدیل کرنے سے عدل نہیں آئے گا یہ افراد انسانیت کے اندر تبدیلی آنے سے ہوگا جب تک افراد کے اندر یہ احساس زندہ نہیں ہوگا کہ ساری انسانیت ایک بیج سے بنی ہے ایک تنے کے سارے ڈال ہیں' ساری شاخیں ہیں' سارے پتے ہیں ان کی اہمیت اپنی جگہ ہے لیکن سب کی اساس ایک ہے اور سب ضروری ہیں اور کسی بھی وجود کی حیات آگے دینے میں ہے۔ زندگی کا اصول کچھ دینے پر ہے اگر سورج اپنی روشنی اپنے تک روک لے تو حیات ختم ہو جائے گی ہوا رک جائے تو آکسیجن کے بغیر موت واقع ہو جائے گی سو زندگی کا اصول کچھ دینے پر ہے آپ دوسرے کو کیا دے رہے ہیں اگر آپ حیات آگے پہنچا رہے ہیں تو آپ کے مرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اگلی حیات کا انحصار آپ پر ہے اور اگر آپ دوسرے کے حقوق روک رہے ہیں اسکی حیات روک رہے ہیں تو آپ کے بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر بازو کو باندھ دیا جائے اور خون کو بازو تک پہنچنے سے روک دیا جائے تو کیا

ہوگا؟ بازو میں ناسور بن جائیں گے۔ حکمران جب عوام کے حقوق روکتے ہیں تو انکی زندگی جیتے ہیں۔ انسان سب ایک ہیں یہ اللہ کی آزمائش ہے کسی کو اقتدار دے دیا کسی کو ماتحت بنا دیا کسی کو دولت دے دی کسی کو مفلس کر دیا لیکن سب سے غنی وہ ہے جو اپنی حقیقت سے آشنا ہے جو اپنے مالک کے ساتھ بنا کر رکھتا ہے جو اپنے مالک کو پہچانتا ہے اس سے اتنا گہرا تعلق رکھتا ہے کہ ہر وقت اس بات سے ڈرتا ہے کہ کوئی ایسا کام اس سے سرزد نہ ہو جائے کہ اس کا تعلق مجروح ہو جائے۔

وآتوا الیتمٰی اموالھُم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب o

پچھلی آیات میں اللہ سے تعلق کی مضبوطی اسکی ضرورت و اہمیت کو پختہ کرنے کے بعد اب احکام بیان ہو رہے ہیں کہ یتیم کے مال کی حفاظت کرو۔ یتیم اُن نابالغ بچوں کو کہا جاتا ہے جن کے والد فوت ہو چکے ہوں چونکہ اس حالت میں وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں ہوتے نہ اپنا مال سنبھال سکتے ہیں نہ کاروبار چلا سکتے ہیں بلکہ خود اپنی دیکھ بھال کے بھی محتاج ہوتے ہیں اور عزیز و اقارب کے رحم و کرم پر رہ جاتے ہیں تو ان ورثاء کے ذمے ہے کہ یتیموں کے حقوق کا تحفظ کریں اگر اُن کا والد مال و جائیداد چھوڑ کر گیا ہے تو یہ نہ سوچا جائے کہ یہ کمزور ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اس لئے ان کا مال ہضم کر لیا جائے بلکہ فرمایا جو مال تم حلال ذرائع سے کماتے ہو اس پاکیزہ رزق میں یتیم کا مال شامل کر کے اسے ناپاک نہ کرو وہ تمہارے لئے حلال نہیں۔ ناجائز طریقے سے کسی کا مال لینا بھی جائز نہیں لیکن ایسے مجبور و بے بس کا مال لینا جو تمہارے رحم و کرم پر ہو وہ ہرگز مناسب نہیں۔

مال یتیم کی حفاظت کا قاعدہ یہ ہے کہ یتیموں کی اور انکے مال کی حفاظت کرنے والا اگر صاحب حیثیت ہے تو بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ یتیموں کی دیکھ بھال اپنے مال سے کرے انکے مال کو بچائے اگر خود اتنا صاحب حیثیت نہیں ہے تو اپنا گزارہ اپنے مال پر کرے اور یتیموں کے اخراجات انکے مال سے کرے۔ اور اگر وہ خود بھی غریب ہے مجبور ہے وسائل کی کمی ہے تو اس کے لئے جواز ہے کہ وہ بالکل مناسب سے اخراجات کے لئے اُن کے مال سے کچھ رقم لے لے لیکن نہ اُن کے مال کو ضائع کر سکتا ہے نہ فضول خرچی کر سکتا ہے **ولا تاکلوا اموالھم الیٰ اموالکم** کسی حیلے بہانے سے بے بس اور یتیم کا مال اپنے مال میں ملا کر مت کھاؤ **انہ' حوباً کبیراً**. یہ بہت ہی بڑا جرم ہے کسی کا مال کھانا بذات خود جرم ہے لیکن اپنے سے کمزور کا مال حیلے بہانے کر کے کھا جانا بدترین جرم ہے۔ **وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی.**

حق تو یہ ہے کہ یتیم بچیاں بھی معاشرے کا حصہ ہیں تو اہل ثروت کو یہ چاہیے کہ ان کی سرپرستی کریں اُن کے لئے اچھے گھر تلاش کریں اور اگر اُن کے لئے اچھے رشتے نہیں مل سکتے اور تم یتیم بچیوں کے بارے یہ سمجھتے ہو کہ معاشرے میں ان کی صحیح جگہ نہیں بن سکتی اُن سے انصاف نہیں کر سکتے اُن کے لئے اچھے رشتے نہیں مل سکتے تو ان سے نکاح کرو اُن میں سے جن سے نکاح کرنا جائز ہے حلال ہے اُن سے نکاح کرو اور دو' دو شادیاں کر سکتے ہو' تین تین چار تک بیک وقت کر سکتے ہو۔ جب معاشرے میں کسی وجہ سے عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جائے تو یہ اجازت عورتوں کو تحفظ دینے کی ایک صورت ہے دوسری بات یہ ہے کہ معاشرے میں کچھ ایسی خواتین رہ جاتی ہیں جنہیں کسی وجہ سے عموماً لوگ قبول نہیں کرتے تو اس اجازت سے یہ انتظام ہو جاتا ہے کہ وہ کسی مرد کے تحفظ میں چلی جاتی ہیں اور انکی عمریں ضائع ہونے سے بچ جاتی ہیں۔

ایک سے زائد شادیاں کرنے پر اہل مغرب کو بڑا اعتراض ہے ہندو سماج کو بھی اس پر بڑا اعتراض ہے اور ہندوؤں کے زیر اثر برصغیر کے

مسلمانوں میں دوسری یا تیسری شادی کو بہت بڑا عیب سمجھا جاتا ہے دونوں معاشروں کے اپنے حالات کیا ہیں جہاں ایک سے زائد شادی کی اجازت نہیں لیکن برائی کرنے کے لئے کوئی قدغن نہیں۔ مغرب میں بدکاری کرنے کی کھلی اجازت ہے اور ہندو سماج میں بدکاری کو ایک درجہ عبادت حاصل ہے اور نکاح کرنا عیب تصور کیا جاتا ہے۔ اسلام نے بُرائی کا راستہ بند کرنے کے لئے چار شادیوں تک کی اجازت دی ہے تاکہ معاشرے میں ہر عورت کسی کے تحفظ میں رہے اور بدکاری رواج نہ پکڑے اور چار شادیاں بھی صرف خواہش نفس کی تسکین کے لئے نہیں ہیں بلکہ اس میں ایک بہت بڑی قید لگائی ہے کہ اگر ایک سے زائد شادی کرنا ہو تو پھر سب میں عدل کرنا لازم ہے۔ عدل سے مراد یہ ہے کہ اخراجات، ضروریات کی تکمیل اور عزت میں برابری کرنا لازم ہے البتہ قلبی تعلق کسی بھی انسان کے بس میں نہیں اور نہ ہی انسان اس کا مکلف ہے **لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا** (البقرہ ۲۸۶) انسان صرف ان چیزوں کا مکلف ہے جو اس کے بس میں ہے۔ اسی طرح قلبی میلان کسی کی طرف کم ہو یا زیادہ یہ الگ بات ہے لیکن حقوق زوجیت میں معاملات زندگی کے پورا کرنے میں عزت واحترام میں سب کے ساتھ برابر کا سلوک کرنا ضروری ہے اور شرط عدل کے ساتھ دو، تین اور چار تک شادیوں کی اجازت ہے۔

فان خفتم الا تعدلوا اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم عدل نہیں کر سکو گے ان میں برابری نہیں رکھ سکو گے تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرو۔ بعض وقت مرد یہ سمجھتا ہے کہ وہ سب کو ایک جیسے اخراجات نہیں دے سکتا۔ ایک جیسی سہولیات زندگی مہیا نہیں کر سکتا۔ ایک جیسا تحفظ نہیں دے سکتا، ایک جیسا احترام کا سلوک نہیں کر سکتا تو پھر اس کے لئے ایک ہی شادی کی اجازت ہے اس حوالے سے احکام وسائل پر مبنی بہت باتیں لکھی گئی ہیں لیکن حق یہ ہے کہ اذا فات الشرط فات المشروط اگر شرط غائب ہو جائے تو مشروط کا بھی وجود نہیں رہتا لہٰذا عدل بنیادی شرط ہے اگر کوئی یہ بنیادی شرط پوری کرنے سے قاصر ہے تو اسے ایک سے زائد شادیوں کی اجازت بھی نہیں اور ان آیات کو جواز بنا کر جو رواج ہو چکا ہے کہ شادی کرنے کے کچھ عرصے بعد پہلی کو گھر سے نکال دیا اور ایک اور شادی رچالی تو اس بات کا کوئی جواز شرعی نہیں ہے۔ اگر واقعی بیوی سے گزارہ مشکل ہو تو مناسب طریقے سے رشتہ داروں کے ذریعے اختلافات دور کرنے کی کوشش کرے اور پوری کوشش کے باوجود اختلافات ختم نہیں ہوتے تو پھر طلاق دے سکتا ہے اور دوسری شادی بھی کر سکتا ہے لیکن اگر پہلی بیوی کو بھی رکھنا ہے اور مزید شادی بھی کرنی ہے تو پھر اس کے لئے عدل کرنا ضروری ہے ہر ایک کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بناتے ہوئے وسائل زندگی کو بہم پہنچاتے ہوئے عزت احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے دو کرے یا چار کرے سب درست ہے ورنہ ایک ہی کرے **اوما ملکت ایمانکم** یا وہ خواتین تم پر حلال ہیں جو مال غنیمت میں آئیں اور کنیزیں بن کر تقسیم ہوں۔ کنیز اور بیوی میں بہت فرق ہے کنیز بغیر نکاح کے حلال ہوتی ہے کچھ جگہوں پر لوگ بیٹیاں قیمتاً بیچ دیتے ہیں اور کچھ لوگ انہیں خرید کر ملازمہ کے طور پر رکھ لیتے ہیں اور پھر اسے بیوی کی جگہ استعمال بھی کرنا چاہیں تو یہ جائز نہیں۔ اول تو انسان کو بیچنا خریدنا حرام ہے اور اسکی اجرت لیکر استعمال کرنا حرام ہے۔

پچھلے دنوں لاہور کے ایک مولانا نے یہ فتویٰ دیا کہ جن علاقوں میں لوگ اپنی اولاد بیچ دیتے ہیں اُن سے لڑکیاں خریدی جاسکتی ہیں یا جو انہیں خرید کر دوبارہ بیچ دیتے ہیں اُن سے بھی خریدی جاسکتی ہیں اور بطور کنیز رکھی جاسکتی ہیں اس فتوے کے ساتھ ایک ساتھی نے مجھ سے بھی یہی سوال کیا۔ میں نے اسے بتایا کہ انسان کی فروخت بنیادی

طور پرنا جائز ہے اسلام میں بردہ فروشی حرام ہے کوئی انسان دوسرے انسان کو بیچ نہیں سکتا لیکن میں نے عرض کیا کہ میں مفتی نہیں ہوں آپ کے سوال کو دارالعلوم بھجوا کر فتوی منگوا سکتا ہوں میں نے اُن کے سوال دارالعلوم کراچی بھجوا دیئے اور جواب کئی شرعی حوالوں کیساتھ دارالافتاء سے آ گیا کہ انسان کا بیچنا حرام ہے اور خرید کر بغیر نکاح کے رکھنے کا بھی کوئی شرعی جواز نہیں، اسے کنیز یا باندی تصور نہیں کیا جائے گا۔

یہ بہت بڑا مسئلہ آپ ﷺ کے عہد سے پہلے بھی تھا۔ آج بھی جو شہر فتح ہوتے ہیں فاتح فوج شہریوں کے ساتھ جو سلوک کرتی ہے وہ تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے اور عہد حاضرہ کی بدترین حقیقت، بہت قریب کی تاریخ میں برصغیر کو دیکھیں تو جتنے فاتح آئے بشمول انگریز انہوں نے لوگوں کی عزت ناموس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ شیشان میں کوسوا میں روسی افواج نے عوام کا جو حشر کیا روسی افواج نے افغانستان میں جو حشر کیا وہ تاریک باب ہے تاریخ یہودیوں عیسائیوں اور بے دینوں سب کے مظالم کی داستانوں سے پُر ہے جس میں عصمت دری ایک عام بات نظر آتی ہے۔

اس بڑے مسئلے کو جس خوبصورتی سے آپ ﷺ نے حل فرمایا اس کی مثال نہیں ملتی۔ اسلام نے اس کا یہ حل دیا کہ جو لوگ جنگ میں حصہ نہیں لیتے انہیں کسی طرح سے پریشان نہ کیا جائے اُن کے حقوق کا تحفظ کیا جائے مفتوحہ علاقوں میں فصلیں نہ اجاڑی جائیں، درخت نہ کاٹے جائیں۔ پانی کے وسائل کو رزق کے وسائل کو خراب نہ کیا جائے ضعیف العمر لوگوں سے تعرض نہ کیا جائے عبادت خانوں میں موجود لوگوں کو نہ چھیڑا جائے خواہ وہ کسی بھی مذہب یا فرقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ جو لوگ اہل حق سے جنگ کرتے ہیں باطل کو غالب کرنا چاہتے ہیں جن کے ساتھ قتال اور جہاد فرض قرار دیا گیا ہے وہ مقابل آ کر لڑنے والے لوگ اگر جہاد میں شکست کھاتے ہیں تو لڑنے والے اگر مارے گئے تو ان کی بیویاں کنیزیں بنائی جائیں گی بچے غلام ہو جائیں گے اور وہ خود اگر گرفتار ہو گئے تو انکی آزادی سلب ہو جائے گی وہ بھی غلام بن جائیں گے اگر کوئی میاں بیوی گرفتار ہو گئے تو دونوں غلام ہوں گے اور اسکی بیوی اس کے پاس رہے گی۔ جو خواتین قید میں اکیلی آئیں یعنی بیوہ یا کنواری تو ہر کوئی ان کی عزت سے نہیں کھیل سکتا وہ صرف ایک مرد پر حلال ہو گی جس کے حصے میں آ جائے اور پھر غلام اور کنیز رکھنے کے بھی آداب سکھائے گئے کہ جو خود کھاؤ وہی اسے کھلاؤ جیسا خود پہنو ویسا انہیں پہنائے اور انہیں کوئی ایسا کام کرنے کا حکم نہ دے جو وہ نہ کر سکے۔

اسلام نے انسانی عزت وقار کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ خوبصورت طریقہ دیا جس پر ان لوگوں کو اعتراض ہے جن کی اپنی افواج جہاں داخل ہوتی ہیں وہاں انسانی آبرو کی دھجیاں بکھیر دیتی ہیں اور یہ معترضین وہ ہیں جو آج کے زمانے میں وہ ظلم کر رہے ہیں جو عہد جاہلیت میں ہوتے تھے بلکہ ان کے ہاتھوں ہونے والے مظالم ایذا اور تکلیف میں اس دور سے بہت زیادہ ہیں اور اس سے بیشتر کی تاریخ انکی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے آج کے دور میں دیکھا جا سکتا ہے کہ کشمیر میں ہندو افواج کیا کر رہی ہیں؟ شیشان، کوسوو عراق اور وسط ایشیائی ریاستوں میں جہاں جہاں غیر مسلم افواج نے قبضہ کیا ہے اور کر رہی ہیں وہاں کیا حشر ہو رہا ہے اس کے برعکس اسلام نے ایک باعزت، مناسب اور پُروقار حل دیا۔ ذالک ادنیٰ الا تعولوا یہ وہ فیصلہ ہے جس میں کسی سے زیادتی نہیں ہوتی بلکہ زیادتی کو روکنے کیلئے ہے۔

واٰتو النسآء صدقتهن نحلة. جن لوگوں سے تم نکاح کرتے ہو اور انکے مہر مقرر کرتے ہو وہ مہر خاتون کی ملکیت ہے۔ حق مہر کی

صورت میں اسلام نے نکاح میں آنے والی خاتون کو ایک خوبصورت انداز سے ملکیت عطا کی ہے اس حکم کو تھوڑی سی وضاحت سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بچی جس گھر میں پیدا ہوتی ہے اور جب تک اس گھر میں رہتی ہے اس کی کچھ ملکیت ہوتی ہے گھرانہ خوشحال ہو تو اپنا الگ کمرہ ہوتا ہے زمیندار ہو تو زمین ہوتی ہے پھر جب بچی جوان ہو جاتی ہے تو اس کا نکاح ہو جاتا ہے وہ اپنا نیا گھر بنانے دوسرے خاندان میں چلی جاتی ہے تو وہ وہاں بطور مہمان تو نہیں جاتی اسے وہاں عمر بسر کرنا ہے تو اسلام نے اسے یہ خوبصورت انداز دیا کہ شوہر اسے مہر دے جو اسکی ملکیت ہو اور وہ وہاں مالک بن کر جائے مہمان بن کر نہ جائے۔

مہر بھی شوہر کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے اور اگر کم بھی دے تو کم از کم اتنا دے جتنا مرد کا ایک ماہ کا خرچ ہے لیکن ہمارے ہاں ایک بہت غلط رواج ہے سمجھا یہ جاتا ہے کہ شرعی حق مہر بتیس دینار تھا اس کو بتیس روپے آٹھ آنے بنا کر رواج دے دیا گیا ہے جو بالکل غلط ہے اگر اس وقت کی کرنسی کا قیمت دینار یا ریال کا مقابلہ آج کی کرنسی سے ہو تو وہ بتیس ریال بہت زیادہ رقم ہوگی اور یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اسلام کے ہر حکم کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے اس حکم کے ساتھ بھی ایک مقصد تو یہ ہے کہ جو بچی گھر میں آ رہی ہے وہ مہمان تو نہیں ہے اس نے نئے گھر میں عمر بسر کرنی ہے اس لئے اس کی بھی گھر میں ملکیت ہو۔ تو فرمایا مہر خوش دلی سے دو اسے جرمانہ سمجھ کر نہ دو اور نہ رسماً دو کہ بس نکاح کی ایک شرط پوری کرنا ہے اسے اس کے مقصد کے ساتھ ادا کرو فان طبن لکم عن شیءٍ منہُ نفساً فکلوہُ ھنیاءً مریاءًo

اگر خاتون اپنی مرضی سے معاف کر دے یا تھوڑا لیکر راضی ہو جائے تو پھر مرد کے لئے جائز ہے کہ اس مال کو خرچ کر لے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

غزل

""حضرت جی کے حضور""

دل تو وابستۂ زیارت ہے
سر مرا زیرِ بار منت ہے
جانِ بھی مانگ لیجئے اِک دن
جاں یہ جاں آپکی امانت ہے
تم سے دھڑکن رگِ حیات میں ہے
""زندگی آپ کی عنایت ہے""
اِک شمہ لطفِ خسروانہ کا
بندہ پرور ہمیں ضرورت ہے
جانجاں آپ نے جو بخشی ہے
بے قراری بھی اک غنیمت ہے
دل میں تم کو بسا لیا ہم نے
یہ جسارت بھی خوبصورت ہے
ساقیا ایک جام اور تو دے؟؟؟
آج مائل سی کچھ طبیعت ہے
تیرے رخ کے حسین پاروں کی
آنکھ کرتی رہی تلاوت ہے
دل کے ٹکڑے صفِ نماز میں ہیں
حضرت شیخ کی امامت ہے
اک نظر اس پہ ڈالئے تو ذرا
دل ہمارے کی بس یہ قیمت ہے
ایک وارفتگی سی طاری ہے
تیرے نینوں کی یہ کرامت ہے

محمد منیر ایاز

مفلسی بھی نعمت ہے

ہم بظاہر غریبی اور مفلسی کو سب سے بڑی مصیبت سمجھتے ہیں لیکن بنظر حقیقت دیکھا جائے تو مفلسی بھی اللہ کا بہت بڑا انعام ہے لاکھوں گناہ ایسے ہیں جو دولت ہو تو بندہ کرتا ہے اور دولت نہ ہو تو ان سے بچ جاتا ہے۔ کتنے جرائم ایسے ہیں کہ وہ کرنا چاہے تو بھی مفلسی اسے کرنے کی ہمت نہیں دیتی۔ تو یہ ایک طرح سے اللہ کریم کا انعام ہے اور دولت خود ایک بڑی مصیبت ہے وہ اپنے ساتھ اختیارات لاتی ہے اپنی پسند کے کام کرنے کی فرصت لاتی ہے دولت ہو اقتدار ہو اختیار ہو تو زیادہ صبر کی ضرورت ہے زیادہ عبادت کی ضرورت ہے اللہ کی یاد تازہ رہے حضورِ حق ہمہ وقت پیش نظر رہے معیت باری دھیان میں رہے اور آدمی جو فیصلے کرے وہ اللہ کی اطاعت کی حدود کے اندر رہوں۔

ماخوذ از اکرم التفاسیر جلد دوئم

تعاون
تاجران کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن
شیخ ناصر شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ
منٹگمری بازار فیصل آباد فون 041-2617075-2611857

غزوہ ہند کے مجاہد سے وقت کے مسیحا تک (1)

ضمیر حیدر
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

غزوہ ہند کے مجاہد نے بات ہی ایسی کہہ دی کہ حسن ظن کا پہاڑ ریزہ ریزہ اور ساری خوش فہمی ہوا ہوگئی۔ اس لمحے سامنے بیٹھے نوجوان پر بڑا ہی ترس آیا اور میں نے تلخی سے سوچا۔ کاش! یہ موضوع نہ چھیڑا ہوتا۔ ہمارا موضوع کیا تھا اور جواب میں غزوہ ہند کے مجاہد نے کونسی ایسی بات کہہ دی جس نے چودہ طبق روشن کردیئے اس کا تذکرہ بعد میں کریں گے پہلے غزوہ ہند کے مجاہد کا تعارف ہوجائے۔

مجاہد ہر لحاظ سے ایک آئیڈیل نوجوان ہے۔ صوم وصلوۃ کا پابند' ذکروفکر کا خوگر اور تہجد کا عادی۔ ایک بار میرے استفسار پر شرماتے ہوئے بتانے لگا کہ اُسے روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کی سعادت نصیب ہے۔

اہم یہ نہیں کہ نوجوان عبادت گزار ہے۔ اہمیت اس کی ہے کہ عبادات کا اُس کے اخلاق اور معاملات پر بڑا ہی گہرا اثر مرتب ہورہا ہے۔ قطعیت سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ نوجوان کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا' کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتا، رزق حرام کے قریب بھی نہیں پھٹکتا' فرقہ واریت سے دور بھاگتا ہے اور انسانی جان کی قدروقیمت سے بخوبی آگاہ ہے۔ عبادات کے اہتمام اور معاملات کے نکھار کے ساتھ ساتھ خوش آئند یہ کہ وہ انتہائی عملی آدمی ہے عمر صرف 19 سال ہے لیکن روزانہ بارہ گھنٹے کام کرتا ہے۔ انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کررہا ہے، اخراجات پورے کرنے کے لئے ایک جگہ ملازمت بھی کرتا ہے' گھریلو کام کاج بھی اس کی ذمہ داری میں شامل ہیں' ایک وسیع حلقہ احباب بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ غزوہ ہند کے جہاد میں بھی پورے کا پورا شامل ہے ظاہر ہے کہ موجودہ حالات میں مجاہد سکون سے کہاں بیٹھ سکتے ہیں وہ ہمہ وقت دوڑتا ہے اور اُس کی مصروفیات کا سارا نزلہ اُس کی سائیکل پر گرتا ہے جو سارا دن اس انداز میں دوڑتی ہے کہ چھوٹے موٹے موٹر سائیکل کو بھی خاطر میں نہیں لاتی لیکن سائیکل اور سائیکل سوار کو جب دیکھو مسکراتے ہوئے' ہشاش بشاش اور تروتازہ نظر آتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں وہ اتنے ڈھیر سارے کام کیسے کرلیتا ہے! جب کبھی اس کی قوت کارکا راز پوچھا جائے تو وہ مسکراتے ہوئے انگلی آسمان کی طرف اٹھادیتا ہے۔

نوجوان کی یہ ساری خوبیاں اپنی جگہ مگر آج اُس نے یونہی عام سے لہجے میں اتنی بڑی بات کہہ دی کہ ہم دم بخود رہ گئے، سارا

حسن ظن اور تمام تر خوش فہمی بھاپ بن کر اُڑ گئی۔ ہوا یہ کہ دوستوں کی محفل میں حالات حاضرہ پر گفتگو جاری تھی کہ میں ذرا سا جذباتی ہو گیا اور کہا کہ آج انسانیت جل رہی ہے' اُمت مسلمہ تڑپ رہی ہے' ہر طرف چیخ وپکار ہے امن وعدل ناپید ہو چکا ہے اور ڈنمارک کے بد بخت اخبار نویس نے گستاخانہ خاکے شائع کر کے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے۔ روئے زمین کے مسلمان شدید ہیجان اور اضطراب کا شکار ہیں' غیرت ایمانی جوش میں ہے' دنیا بھر میں ہنگامے اور مظاہرے ہو رہے ہیں ان حالات میں انسانیت کو بالخصوص اور اُمت مسلمہ کو بالعموم ایک رہنما کی ضرورت ہے لیکن کسی رہنما کا دور دور تک نام ونشان نظر نہیں آتا۔ حیرت ہوتی ہے کہ رہ سلوک کے مسافر وہ غوث' قطب' ابدال کیا ہوئے وہ نابغہ روزگار ہستیاں کدھر ہیں جن کو بارگاہ رسالت مآبؐ تک رسائی نصیب ہوتی تھی۔ کاش! کسی ایسی ہستی سے ملاقات ہو جائے جو براہ راست بارگاہ اقدسؐ سے دریافت کرے کہ حضورؐ آج اُمت کے لئے بچاؤ کا راستہ اور نجات کا نسخہ کیا ہے!......

میری جذباتی تقریر کے بعد ماحول کافی سنجیدہ ہو گیا' سب سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔ یکا یک غزوہ ہند کے مجاہد نے خاموشی کا قفل توڑتے ہوئے کہا ''اگر واقعی آپ کسی ایسی شخصیت کی تلاش میں ہیں تو ''حضرت جی مدظلہ'' سے ملاقات کر لیں' انہیں بارگاہ رسالت مآبؐ تک حاضری کی سعادت نصیب ہے۔ یہی وہ جملہ تھا جسے سن کر وجود پر لرزہ طاری ہوا اور میں سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ یہ نوجوان بھی کسی کی اندھی عقیدت میں حد اعتدال سے گزر چکا ہے۔ میں نے نوجوان کو سمجھانے کی کوشش کی کہ یہاں ہزاروں حضرت جی ہیں اور ان کے لاکھوں عقیدت مند اسی طرح کی خوش فہمی میں مبتلا ہیں بڑے بڑے دعوے تو سبھی کرتے ہیں لیکن تلخ ترین سچ یہ ہے کہ حقیقی تصوف کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔ آپ کے حضرت جی عالم دین ہوں گے' پرہیزگار آدمی ہوں گے لیکن بارگاہ رسالتؐ تک رسائی بچوں کا کھیل نہیں ہے اور آج کے پرفتن دور میں یہ ممکن بھی نہیں ہے!

نوجوان نے تحمل سے میری بات سنی اور پھر دھیمے مگر پُراعتماد لہجے میں گویا ہوا ''کیوں ممکن نہیں ہے کیا اللہ کی رحمت ختم ہو چکی یا ہدایت ورہنمائی کا دروازہ بند ہو گیا!''

فوری طور پر مجھ سے کوئی جواب نہ بن آیا' مجھے خاموش دیکھ کر نوجوان نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا ''آپ تصوف کی حقیقت سے آگاہ ہیں یہ بھی بڑی بات ہے ورنہ آج کے دور میں تصوف کو دین میں نئی ایجاد کہا جا رہا ہے اور حد یہ ہے کہ بڑے بڑے علماء کرام تصوف کی ضرورت واہمیت کا انکار کر کے بیٹھے ہیں''۔ جواباً میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن نوجوان نے میری گفتگو کاٹتے ہوئے کہا ''الجھنا یا بحث کرنا مقصد نہیں ہے آپ نے ایک خواہش کا اظہار کیا چونکہ آپ کے لہجے میں خلوص تھا اس لئے میں نے کھل کر ساری

بات بتادی۔ آگے آپ جانیں اور آپ کا کام۔ ویسے میرا مشورہ اور گزارش یہ ہے کہ وقت نکال کر ایک بار حضرت جی سے ملاقات ضرور کریں بطور صحافی یہ آپ کا فرض بھی ہے۔

نوجوان کی پراعتماد اور مدلل گفتگو نے اثر دکھایا' کچھ صحافیانہ تجسس بھی جاگ اٹھا اس لئے میں نے مذکورہ شخصیت سے ملاقات کا فیصلہ کرلیا اور نوجوان سے پوچھا ''آپ کے حضرت جی کہاں رہتے ہیں اور اُن سے ملاقات کے لئے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے؟'' اُس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور قدرے جذباتی لہجے میں مسکراتے ہوئے بتانے لگا ''حضرت جی مدظلہ وفاقی دارالحکومت سے صرف دو گھنٹے کی مسافت پر ایک پرفضا پہاڑی مقام پر رہتے ہیں۔ زمیندار اور ڈیرے دار آدمی ہیں' روزانہ سینکڑوں لوگ ان سے ملاقات کے لئے آتے ہیں' کسی پیشگی اجازت اور سفارش کی ضرورت نہیں' جب جی چاہے تشریف لے جائیں آپ کو کوئی دقت نہ ہوگی''۔ میں نے اڈریس نوٹ کیا اور ساری مصروفیات ترک کر کے اگلی صبح حضرت جی سے ملاقات کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

گاڑی نے برلب سڑک ایک پٹرول پمپ پر اُتار دیا۔ سامنے ایک چار دیواری تھی' بڑا سا گیٹ' ایک وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی عمارتیں' ہرے بھرے درخت اور درمیان میں مسجد کا بلند اور پرشکوہ مینار جسے دیکھ کر ایک عجیب سی طمانیت کا احساس ہو رہا تھا۔ پٹرول پمپ سے ملحقہ کھلی اور ہوادار جگہ پر ایک اور چار دیواری کے اندر چند کمروں کی ایک عمارت تھی اور کچھ لوگ وہاں چل پھر رہے تھے۔ قریب سے گزرتے ایک مولوی نما شخص سے پوچھا ''حضرت جی کہاں ملیں گے''۔ اُس نے بے نیازی سے میری طرف دیکھا اور پٹرول پمپ سے ملحقہ عمارت کی طرف اشارہ کر کے بولا ''وہاں ڈیرے پر تشریف رکھتے ہیں۔'' میں نے اس عمارت کی طرف چلنا شروع کر دیا جسے راہگیر ڈیرہ بتا رہا تھا۔ تین باریش نوجوان عمارت کے برآمدے میں کرسیوں پر بیٹھے تھے اور برآمدے کے سامنے نئے ماڈل کی ایک چمکتی ہوئی امپورٹڈ جیپ کھڑی تھی۔ فوری طور پر ساری توجہ جیپ کی طرف مبذول ہوگئی' اتنی شاندار گاڑی میں زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ میں نے سوچا گاڑی دیکھ کر تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت جی کافی جدت پسند واقع ہوئے ہیں۔ برآمدے میں بیٹھے تینوں باریش نوجوان باڈی گارڈ لگتے تھے لیکن عام باڈی گارڈز سے قطعاً مختلف' خوش اخلاق اور مہربان ایک نوجوان نے اُٹھ کر جالی دار دروازہ کھولا میں نے اللہ کو یاد کیا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔

☆............(جاری ہے باقی آئندہ شمارے میں)

قربِ الٰہی کا زینہ

دین کی خاصیت یہ ہے کہ یہ ثانوی حیثیت میں رہنا اپنی توہین سمجھتا ہے۔ یہ محکوم بن کر نہیں رہتا لہٰذا دیندار وہی ہے جو دین کو اپنی رائے کے اوپر مسلط کر لے اور اگر اپنی رائے کو دین پر مسلط رکھا تو یہ دینداری کا سوانگ ہے۔

صمد خرم کو سلام!

تحریر۔ محمد اسلم

صمد خرم اسلام آباد کے ''روٹ کالج انٹرنیشنل'' کا طالب علم ہے 19 جون 2008ء کو اسلام آباد کی نیشنل آرٹ گیلری میں ہارورڈ یونیورسٹی سکالرشپ کے سلسلہ میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ اس تقریب میں ہارورڈ یونیورسٹی سکالرشپ ایوارڈ اور وظائف دینے کے لئے امریکی سفیر این ڈبلیو پیٹرسن کو بطور مہمان خصوصی بلایا گیا۔ جب صمد خرم کو ایوارڈ دینے کے لئے بلایا گیا تو وہ سٹیج پر بڑے وقار سے آیا لیکن اُس نے امریکی سفیر سے ایوارڈ لینے سے انکار کر دیا۔ صمد خرم نے کہا کہ مہمند ایجنسی پر امریکی حملہ پاکستان کی سالمیت اور خودمختاری کے خلاف ننگی جارحیت اور ظلم ہے اس لئے میں امریکہ کی سفیر سے ایوارڈ اور سرٹیفکیٹ لینے سے انکار کرتا ہوں۔

ایک نجی ٹی وی چینل کی سکرین پر یہ روح پرور منظر پوری دنیا میں نشر ہوا۔ اس منظر میں ہمت' جرأت اور قومی غیرمندی کا اظہار تھا۔ یہ اقدام اس لئے بھی آسان نہ تھا کہ صمد خرم کو امریکہ میں اعلیٰ تعلیم کا موقع مل رہا تھا لیکن اُس نے مستقبل کی پرواہ کئے بغیر اپنے جذبات واحساسات کا کھل کر اظہار کر دیا اور اس بات کا ثبوت بھی فراہم کیا کہ اگر پاکستانی حکمران امریکہ کی زیادتیوں کے خلاف خاموشی اختیار کر چکے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پوری قوم خاموش تماشائی ہے اور امریکہ کے خلاف پاکستانی عوام کے دلوں میں پائی جانے والی نفرت اور ناپسندیدگی ڈھکی چھپی ہی رہے گی۔

سرمند خرم ایوارڈ کے لئے بلائے جانے پر سٹیج پر آیا، امریکی سفیر این ڈبلیو پیٹرسن سے مخاطب ہوا اور ایوارڈ اور وظیفے کو ٹھکرا کر دوسری طرف سے اُتر گیا۔ امریکی سفیر اور منتظمین حیران وششدر کھڑے تھے۔ امریکی سفیر کے لئے شائد یہ پہلا نادم انگیز مرحلہ تھا جب اُسے اپنے ملک کی زیادتیوں کے پس منظر میں اس ندامت اور اذیت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ صمد خرم کے احتجاجی اقدام کے فوراً بعد امریکی سفیر کو ڈائس پر آ کر خود کہنا پڑا ''مہمند ایجنسی میں جو کچھ ہوا مجھے اس پر افسوس ہے'' پھر پینترا بدلتے ہوئے کہا ''بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ امریکہ میں پاکستانی طالب علموں کو خوش آمدید نہیں کہا جاتا حالانکہ یہ تاثر غلط ہے' گذشتہ سال پاکستان سے امریکہ جانے والوں طالب علموں کی تعداد 5400 تھی'' ہو سکتا ہے کچھ سادہ لوح امریکی سفیر کی اس بات پر یقین کر لیتے لیکن پاکستان کے قابل فخر سائنسدان ڈاکٹر ثمر مبارک مند نے امریکی سفیر کے اس سفید جھوٹ کا پول کھول دیا۔ ایک قومی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے ڈاکٹر ثمر مبارک مند نے کہا ''امریکی یونیورسٹیوں کے شعبہ طبیعات میں پاکستانی طالب علموں کو داخلہ نہیں دیا جاتا''۔

پاکستانی طالب علم صمد خرم نے جس جرات اور بہادری کا مظاہرہ کیا ہے حق یہ ہے کہ پوری قوم منتخب حکومت سے بھی اسی طرح کی جرات کی توقع وابستہ کئے ہوئے ہے۔ خصوصاً نومنتخب جمہوری حکومت سے بجا طور پر یہ توقع تھی کہ وہ امریکہ کی زیادتیوں کے خلاف آواز بلند کرے گی لیکن نومنتخب حکومت نے گذشتہ حکومت کی پالیسیوں کو جاری رکھنے کا عندیہ دے کر پوری قوم کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ مہمند ایجنسی میں امریکہ نے جو ظلم کیا اور پاک فوج کے ایک میجر سمیت ایک درجن سے زائد ایف سی کے اہلکاروں کو شہید کیا اس پر پوری قوم غصے سے تلملا اٹھی لیکن حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی اور روایتی انداز میں محض مذمتی بیان جاری کر کے قوم کے جذبات کا مذاق اڑایا۔

جناب صدر نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ''حکومت سنجیدہ نہ ہوئی تو امریکہ پاکستان کو ٹائٹ کر سکتا ہے''۔

صدر پرویز مشرف کے بیان پر اس لئے حیرت نہ ہوئی کہ وہ تو گذشتہ آٹھ

سالوں سے اسی لہجے اور انداز میں باتیں کر رہے ہیں لیکن منتخب جمہوری حکومت کے وزیر دفاع کا بیان بھی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں "پاکستان ۳۰ ہزار فٹ کی بلندی پر اڑنے والے حملہ آور طیاروں کا مقابلہ نہیں کر سکتا"۔

موجودہ حکومت کے ایک انتہائی اہم عہدیدار اور وزیر اعظم کے خصوصی مشیر برائے داخلہ نے تو سرے سے ہی انکار کر دیا کہ مہمند ایجنسی پر کوئی حملہ ہوا۔ وزیر خارجہ نے یہ کہہ کر جان چھڑالی کہ "امریکہ نے آئندہ حملہ نہ کرنے کی یقین دہانی کرائی ہے"۔

بزعم خود اپنے آپ کو عوامی امنگوں کی ترجمان قرار دینے والی حکومت کے عہدیداروں کے یہ بیانات کیا ثبوت فراہم کر رہے ہیں کیا یہ اس امر کے گواہ نہیں کہ حکومت کو عوامی جذبات واحساسات کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں اور حکومتی عہدیداروں کے مضحکہ خیز بیانات عوامی جذبات میں تلاطم پیدا کر رہے ہیں۔

اس ماحول میں غیر مند پاکستانی طالب علم کے حالیہ اقدام نے پوری قوم کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے اور بلاشبہ یہ غیرت مند طالب علم سلام اور سلیوٹ کا مستحق ہے۔

امریکہ بہادر کے لئے بھی لمحہ فکریہ ہے کہ بنیاد پرستوں' ملاؤں اور مولویوں کی نفرت تو سمجھ میں آتی ہے لیکن ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان امریکہ سے اس قدر متنفر کیوں ہے"

امریکہ جتنی جلدی ممکن ہو اس "کیوں" کا جواب حاصل کر لے ورنہ وہ دن دور نہیں جب پوری دنیا سے امریکی نفرت کا ایسا سیلاب اٹھے گا جس کو روکنا امریکی طیاروں کے بس سے باہر ہو جائے گا۔

صمد خرم کو امریکہ کے نامور اور انتہائی مہنگے تعلیمی ادارے ہارورڈ یونیورسٹی کے لئے سکالرشپ مل رہی تھی اس نوجوان نے اس ایوارڈ کو حاصل کرنے کے لئے نجانے کتنی محنت کی ہوگی اور اس کے والدین نے کتنے خواب آنکھوں میں سجائے ہوں گے لیکن صمد خرم نے اندیشہ سود وزیاں سے بے نیاز ہو کر جس طرح سکالرشپ ایوارڈ اور وظیفہ کی خطیر رقم کو ٹھکرایا ہے اس سے پوری قوم کا سر فخر سے بلند ہو گیا ہے۔

پوری قوم کی طرف سے صمد خرم کی جرأت کو سلام!

سالانہ اجتماع عام دار العرفان منارہ' چکوال

ہر خاص وعام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دار العرفان منارہ میں

سالانہ 4 جولائی 2008 بروز جمعہ سے

اجتماع

شروع ہو رہا ہے

اجتماع 10 اگست 2008ء
بروز اتوار تک جاری رہیگا

نوٹ

چھوٹے بچوں کو ساتھ لانا سختی سے منع ہے۔

قارئین کرام زیادہ سے زیادہ

شرکت فرما کر فیضیاب ہوں۔

دہشت گرد کون......؟

شفیع اویسی

قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ میں جہاں جہاد کا لفظ آیا ہے، اسے ''فی سبیل اللہ'' کی قید سے مقید کر دیا گیا ہے، یعنی اللہ کی راہ میں کوشش کرنا، خواہ یہ کوشش زبان سے ہو، قلم سے ہو یا تلوار سے، اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی اللہ کی راہ میں کھڑا ہو، اور پھر انسانوں پر ظلم و ستم بھی روا رکھے یا اس کا مقصد محض مال و دولت اور لوٹ کھسوٹ ہو۔ موجودہ دور میں جہاد کے نام پر بے گناہوں کو مارنے کا جو عمل شروع ہوا ہے یہ محض مسلمانوں کے خلاف مغربی قوموں کے ظلم و زیادتی کے سامراجی کردار کے خلاف ردعمل کا نتیجہ اور ''تنگ آمد بجنگ آمد'' کا مصداق ہے، مغربی دنیا میں دین فطرت اسلام کی معجزانہ اشاعت و پذیرائی سے بوکھلائے ہوئے امریکہ و یورپ کے متعصب مصنفین، محققین، مستشرقین اور ذرائع ابلاغ کی نام نہاد ''ریسرچ'' کا مقصد اسلامی جہاد کو بدنام اور مسلمانوں کو دہشت گرد ظاہر کر کے فروغ اسلام کی راہ میں روڑے اٹکانا ہے، جس کے لئے دروغ گوئی و دجل بانی کے تمام حیلے و حربے بروئے کار لانے جاتے ہیں، حالانکہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اپنے رفقاء کرام رضوان اللہ اجمعین کی معیت میں 24 جنگوں میں حصہ لیا، (جنگی پس منظری وجوہات مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں تھیں) ان میں قتال کی نوبت صرف 8 جنگوں میں پیش آئی، جنگی تفصیل یہ ہے۔

نام جنگ،	تعداد شہدا	مقتول مخالفین
بدر کبریٰ	8	79
احد	70	23
خندق	6	3
بنو قریضہ	1	......
ذقرر	1	......
خیبر	15	93
فتح مکہ	2	28
بنو قریضہ	1	......
حنین و طائف	12	نامعلوم

گویا یہ ہے اسلامی جہاد جس میں کل 117 مسلمان شہید ہوئے اور 217 مخالف ہلاک ہوئے، نہ لاکھ نہ دو لاکھ، بلکہ مجموعی طور پر صرف 334، مگر معترضین کے گھر میں جو جنگیں برپا ہوئیں، ان کا حال بھی معلوم ہے......؟ فرانس کی 1793 سے 1815 تک ہونے والی 9 جنگوں میں صرف فرانس کے بیس لاکھ آدمی مارے گئے، پینن سولہ وار میں انگلستان کے پچاس ہزار آدمی ہلاک ہوئے، جنگ کریمیا میں روس اور اس کی حلیف طاقتوں کے چار لاکھ اسی ہزار آدمی ہلاک ہوئے امریکن سول وار میں جو 1861ء سے 1865ء تک جاری رہی چھ لاکھ آدمی مارے گئے 1870ء کی جرمن فرانسیسی جنگ میں صرف سات ماہ کے اندر 3 لاکھ 71 ہزار آدمی مارے گئے 1877ء کو روس، ترک جنگ میں دو لاکھ آدمی ہلاک ہوئے،

1914ء کی جنگ عظیم میں مرنے والے 9998771 (تقریباً ایک کروڑ) شدید زخمی، 6295516 گم یا قید شدہ 5983600 پہلی عالمی جنگ میں ہونیوالا جانی نقصان، روس 17 لاکھ، جرمن 17 لاکھ، فرانس 14 لاکھ، برطانیہ 9 لاکھ، بلغاریہ 10 لاکھ، آسٹریا، ہنگری 12 لاکھ، اٹلی 7 لاکھ، امریکہ 11 لاکھ، سربیا 3 لاکھ، دوسری عالمگیر جنگ کا جانی نقصان، روس 7.5 لاکھ، جرمنی 35 لاکھ، جاپان 12 لاکھ، چین 22 لاکھ، برطانیہ 2 لاکھ، فرانس 2 لاکھ، امریکہ 3 لاکھ، اٹلی 78 لاکھ، ہنگری ایک لاکھ، ان تاریخی کوائف وحقائق اور Facts and figures کی روشنی میں اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ دہشت گردی وغارتگری کا قبیح فعل اہل اسلام کا نہیں، بلکہ ابنائے طاغوت کا ہی جانا پہچانا سمبل اور جبلی شیوہ وشعار ہے، اور یہ اہل طاغوت کے دورقدیم کے اسلاف فرعونوں اور نمردوں کے آدم خور ومردم آزار کردار کا ہی تسلسل ہے، جن کو خونخواری سے تاریخ انسانی کے اوراق بھی لہورنگ ہیں۔ دور حاضر میں خانوادہ طاقت کے تسلسل ۔۔۔ فرعون، چنگیز اور ہلاکو خاں کی خونی روایات کے امین ۔۔۔ اور اپنے استعماری واستحصالی کردار کی بنا پر دنیا کے کمزور (خصوصاً مسلمان) ممالک کا عرصہ حیات تنگ، اور دہشت گردی وخون ریزی کا بازار گرم کرنے والے ملک امریکہ نے اپنے حواری واتحادی ممالک کے اشتراک سے دو مسلم ممالک افغانستان وعراق پر بلاوجہ بلاجواز یلغار کرکے اپنی سفاک جارحیت سے انکی اینٹ سے اینٹ بجائی، اور خود جارحین کے دعوؤں کے مطابق عراق میں 5 لاکھ سے زائد اور افغانستان میں بھی تقریباً اتنے ہی بے گناہ افراد لقمہ اجل بنے، (لیکن غیر جانبدار مبصرین اور باخبر ذرائع کے مطابق ہلاکتوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے، جن میں اکثریت بچوں، بوڑھوں اور خواتین کی ہے) ہلاکت شدگان سے کہیں زیادہ تعداد شدید زخمیوں، اور جارح افواج کے خوف سے اپنی املاک، گھربار اور وطن چھوڑ کر بھوکے پیاسے بے یارومددگار اور دردر کی ٹھوکریں کھانے والے ایک کروڑ سے کچھ ہی کم افراد کی حالت زار کا المیہ کچھ کم نہیں، جارحیت کا نشانہ بننے والے مذکورہ مسلم ممالک کے مالی نقصانات، معاشی واقتصادی ذرائع اور قومی اثاثہ جات کی تباہی وبربادی کی تلافی شاید صدیوں تک ممکن نہ ہو۔ قبل کارزین 1978ء میں روس نے بھی افغانستان کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنا کر اسے تباہی بربادی سے دوچار اور تقریباً 6 لاکھ افراد کو تہہ تیغ کیا، اسکے باوجود غیر مسلموں کے نزدیک دہشت گرد مسلمان ہیں، اور وہ خود نیک پاک اور امن وشرافت کا سراپا۔ اسلام کے جہاد فی سبیل اللہ کا مقصد ومدعا انسانی معاشروں کو ناپاک عوامل وعناصر سے پاک کرکے امن وسلامتی کا گہوارا بنانا ہے، محض لوگوں کو ہلاک کرنا مقصد نہیں، (اسکی تفصیل آپ نے اوپر ملاحظہ فرمائی) جبکہ ''جہاد فی سبیل الطاغوت'' کا ایجنڈا اسفل مفادات کیلئے بنی نوع انسان کا بلادریغ اور وسیع پیمانے پر کشت وخون اور ہلاکت وبربادی ہے لیکن حقائق کے صحیح ادراک اور صداقت شعاری وانصاف پسندی کی توقع صرف ہوشمندوں اور حق پرستوں سے ہی کی جاسکتی ہے۔ باطل پرستوں اور سبیل الطاغوت کے راہ نوردوں کا حق وانصاف جیسی مستحسن اقدار کی پاسداری وآبیاری سے کیا تعلق اور کیا واسطہ۔

قارئین المرشد متوجہ ہوں!

لاہور میں ماہنامہ المرشد اب مارکیٹ سے بھی دستیاب ہے اور ہاکر سے طلب کیا جاسکتا ہے۔ (**نوٹ**:- فی الحال یہ سہولت لاہور شہر کیلئے ہے)

رابطہ: شفیق نیوز ایجنسی

1- میو ہسپتال روڈ اخبار مارکیٹ لاہور

042-7236688=Mob:0300-9477121

اللہ ہو والی سم

انور علی شاہ

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

لذت آشنائی وہ دولت ہے جو نادر اور انمول ہے یہ اتنی قیمتی ہے کہ کوئی چیز اس کے پاسنگ ہے نہ ہم پلہ' یہ کاملیں اہل اہل کے در سے ملتی ہے جب اہل اللہ' قلوب کا تزکیہ کرتے ہیں' تو کیفیات ایک انعکاسی عمل کے ذریعے قلوب میں انڈیل دیتے ہیں جن کا مرکز نبی اکرم ﷺ کا قلب اطہر ہے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک ذرہ ذرہ ذاکر ہو جاتا ہے بندے کو اللہ کریم کی ذات سے محبت ہو جاتی ہے اور اللہ کے حبیب کی ایک ایک ادا پر مٹ جانے کو جی چاہتا ہے یہ وہ حالت ہوتی ہے جس کا احاطہ الفاظ نہیں کر سکتے۔ دل چاہتا ہے کہ خالق کے در پر ایسا جھکوں کہ سجدہ سے سر نہ اٹھاؤں۔ اس کیفیت کو ترجمان حقیقت نے ان الفاظ میں بیان کیا کہ "ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں" سجدے اسی وقت تڑپتے ہیں جب معرفت الٰہی اور معیت باری تعالیٰ نصیب ہو۔ عبادت کا تو مزہ ہی تب آتا ہے جب عبادت اس آیت مبارکہ کی عملی تفسیر بن جائے۔

وما خلقتو الجن والانس الا یعبدون٥

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ان کیفیات کے حامل ہوتے ہیں یہ اس وقت ہوتا ہے جب لذت آشنائی نصیب ہو جائے جو دراصل یحبوھم ویحبونہ' کی عملی تفسیر ہے۔

متقدمین میں ایک اہل اللہ کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنے ایک دوست کو طلب کیا۔ وہ آئے تو زار و قطار رونے لگے۔ دوست نے کہا کیا اپنے گناہوں کی وجہ سے رو رہے ہو؟ انہوں نے زمین سے ایک تنکہ اٹھایا' اور کہا۔ گناہوں کے متعلق تو مجھے اس تنکے کے برابر بھی فکر نہیں۔ میں تو اس لئے روتا ہوں کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے پھر کہنے لگے اگر روز حشر اللہ کریم یہ فرمائے کہ تم چاہو تو تمہارا حساب تمہاری ماں لے تو میں اس پر راضی نہیں ہوں گا اس لئے کہ اللہ کریم ماں سے کہیں بڑھ کر شفیق ہیں۔ میری جو آرزوئیں اور ہیں اللہ کی بار گاہ سے وابستہ ہیں انکو ماں کیسے پورا کر سکتی ہے۔

یہ عشق الٰہی ہے جو بندہ مومن کو نصیب ہوتا ہے اللہ سے عشق ہو جائے تو پھر ایسے لوگ مجلس میں بیٹھ کر بھی اکیلے ہوتے ہیں اور اکیلے بیٹھ کر بھی مجلس میں ہوتے ہیں یہ نعمت اُن سے ملتی ہے جن کے متعلق شاعر نے کہا تھا۔

ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

کاملیں کس طرح لذت آشنائی کی دولت بانٹتے ہیں؟ وہ جو کسی نے کہا تھا "ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں"۔ تو ادب و احترام اور خلوص نیت کے ساتھ کاملیں اہل اللہ کی خدمت میں حاضر ہو اور اپنے آپ کو اُن کے سپرد کر دو۔ وہ آپ کو توجہ دیں گے اور آپ کے قلب میں ذکر و فکر سے مزین اللہ ہو والی سم فٹ کر دیں گے اور آپ کا کام بن جائیگا۔

ایک روز صدر بازار راولپنڈی سے گزر رہا تھا دیکھا کہ موبائل فون

کے دفاتر کے باہر ہزاروں لوگ کھڑے ہیں ۔ پتہ چلا کہ یہاں موبائل فون کا کنکشن اور سم ارزاں نرخوں پر دستیاب ہے اور یہ ہزاروں لوگ محض اس لئے دھوپ میں سڑ رہے ہیں کہ کنکشن اور سم مل جائے تا کہ سم کو موبائل فون میں فٹ کر کے دوست احباب اور پیاروں سے بات کرسکیں۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ کیا کسی نے ان لوگوں کو یہ بتایا کہ فیوض و برکات کے ایسے مرکز بھی اسی خطہ میں موجود ہیں جہاں سے اللہ ھو والی سم فٹ ملتی ہے جسے قلب میں فٹ کرنے سے معرفت الٰہی، للٰہیت اور تعلق مع اللہ نصیب ہوتا ہے لذت آشنائی ملتی ہے قلب اللہ اللہ کرنے لگ جاتا ہے ذکر دوام نصیب ہوتا ہے گناہوں سے نفرت ہونے لگتی ہے قلب میں ایسا الارم فٹ ہو جاتا ہے جو گناہ کرنے پر فوراً بجنے لگتا ہے اللہ کریم سے محبت کا رشتہ استوار ہو جاتا ہے اور یہ مشت غبار اسی سم کی بدولت خالق سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے اسے ایسا ایس ایم ایس کرتا ہے جو لفظوں کا محتاج نہیں۔

تو دوستو بتاؤ آپ کو کون سی سم چاہیے۔ موبائل فون والی یا اللہ ھو والی ایک بازار میں دستیاب ہے دوسری کاملین اہل اللہ کے پاس۔ ایک پیسے دے کر ملتی ہے دوسری فری مگر خلوص کے بندوں کو۔ ایک سم آپ کو عام لوگوں سے گفتگو میں ممد و معاون ہوگی دوسری اللہ تعالیٰ سے قربت کا سبب ہوگی ایک بات اور یہ اللہ والی سم نصیب والوں کو میسر آتی ہے یہ ان کو ملتی ہے جس کے قلوب میں خلوص موجزن ہو جو سنت خیر الانامؐ پر مر مٹنے کے لئے ہمہ وقت تیار ہوں۔

اللہ کے بندے اس بیش قیمت دولت کے حصول میں سرگرداں ہیں میرا ذاتی تجربہ ہے کہ یہ دولت سلوک واحسان دار العرفان منارہ ضلع چکوال میں ملتی ہے۔ متوسلین سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا یہ فرض ہے کہ ایسے لوگوں پر محنت کریں جو اس نعمت کے متلاشی ہیں۔ انہیں معرفت الٰہی سے آشنا کرائیں۔ اللہ کے پاک نام کا ذکر سکھائیں۔ اگر خود یہ کام نہ کر سکیں تو انہیں سمجھائیں کہ تراعلاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں۔ انہیں حضرت مدظلہٗ یا ان کے مجازین کی خدمت میں پیش کر دیں۔

حدیث میں ملتا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک اپنے حساب سے فارغ نہ ہوگا جب تک یہ حساب نہ دے کہ جو علم اسے دیا گیا اس کو کیسے استعمال کیا۔ ذکر الٰہی بھی اس میں داخل ہے اگر آپ ذکر الٰہی کی کیفیات اور اس کے اثرات سے آگاہ ہیں تو اس نعمت کو عام کرنا آپ کے فرائض میں شامل ہے ورنہ روز قیامت آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟

تو دوستو! اللہ ھو والی سم خود بھی لیں اور اپنے دوست احباب کو بھی دلوائیں کہ آخرت کا سکہ یہی ہوگا جو قدم قدم پہ کام آئے گا اسی اللہ ھو سے قلب سلیم نصیب ہوگا جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم۔

تزکیہ نفس اور اصلاح قلب کی ضرورت آج پہلے سے کہیں بڑھ کر ہے یہی ابدی اور عالمگیر حقیقت ہے۔

سالانہ ممبر شپ کیلئے

جو احباب ماہنامہ "المرشد" کے سالانہ خریدار بننا چاہیں وہ بذریعہ منی آرڈر درج ذیل ایڈریس پر مبلغ =/250 روپے روانہ کریں۔

............دفتر ماہنامہ "المرشد"............

اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ڈاکخانہ جوہر ٹاؤن ٹاؤن شپ لاہور فون 042-5182727

صبر کا مفہوم

صبر کا مفہوم ہے، جس طرح سوار گھوڑے کو باگ کھینچ کر روک لیتا ہے، اسی طرح رُک جانا۔ فرمایا۔ صبر سے مدد لو۔ صبر سے مدد لینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی کی طرف جانے سے خود کو روکے رکھو۔ صبر یہ ہے کہ دولت آجائے، فراخی آجائے، حکومت آجائے، اقتدار واختیار آجائے تو اللہ کو یاد رکھو اور اس کی نافرمانی کی طرف مت جاؤ، اپنے آپ کو روک لو۔ اگر تم کمزور ہو گئے ہو، مجبور و بے بس ہو گئے ہو، مصیبت آ گئی ہے تو اس مصیبت میں گھبرا کر بھی کسی غیر اللہ کا دامن مت پکڑو اور دامان رحمت رسول اللہ ﷺ سے وابستہ رہو۔ اطاعت الٰہی کو اختیار کرو اور جیسے بھی حالات ہوں، ہر حال میں اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے روکو۔ چونکہ کوئی مصیبت اتنی بڑی نہیں ہے جتنی بڑی مصیبت اللہ کریم کی نافرمانی ہے کوئی بھی مصیبت اتنی خطرناک نہیں ہے جتنی خطرناک اللہ کریم کی نافرمانی ہے تو سب سے پہلی اور بنیادی بات اور تقاضائے ایمان یہ ہے کہ صبر سے خود کو اللہ کی اطاعت پہ کاربند رکھو اور اللہ کی نافرمانی سے بچو۔ وہ مسبب الاسباب ہے، مشکلیں حل فرمادے گا، آسان فرمادے گا، تکالیف دور فرمادے گا، تنگی ہے تو فراخی دے دے گا، مشکل ہے تو آسان کردے گا لیکن تمہیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ تم اللہ ہی کے بندے ہو اور اسی کو معبود مانتے ہو۔

ماخوذ از اکرم التفاسیر جلد دوئم

تعاون

احمد دین ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پُل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2667571-2

and correctly can benefit mankind so much that a person without authority cannot benefit. Why is it that the Aulia and Sufis have been avoiding this way so far?

A: 50 This notion is not correct, they haven't been avoiding this line. On the contrary, many Sufis have been men of great authority. One of the emperors of the sub-continent, Aurangzeb Aalamgeer had been a great Sufi. Similarly, Sultan Shams ud-Din Altamash was a great Wali Ullah. There must have been many more; we don't necessarily know the names of all of them. Again, Syed Ahmad Shaheed was a great Sufi and so was Shah Ismail Shaheed. These Sufis laid down their lives in the battlefield. Those, who couldn't go to the battlefield continued to reform fellow beings throughout their lives. By nature, every man is not fit for every task. If a person is disposed towards teaching, he will become a Sufi-teacher and not a Sufi-soldier. If a man has the ability to lead, he will become a Sufi-leader. Becoming a Sufi amplifies the natural faculties of a person. You can't refute the fact about those Sufis, who couldn't go out to the practical field that they also remained involved in welfare of humanity during their whole lives. On the other hand, their students brought about great revolutions. Mujaddid Alif Thani[-RUA] didn't take over the rule, but caused the rule to repent and reform. He was the man of this field! Had he made an effort, he could have dethroned the king, but this was not in line with his nature. His natural disposition was the strength that he stood by the truth all alone, in the whole subcontinent and compelled the king to repent. The fallacious Deen-e Ilahi was in vogue since the time of Akbar and none of the great scholars had been able to halt its practise. When a person joins Tasawwuf, his natural capacities and abilities are further polished. Sufis, most certainly, kept reforming people, propagated the idea of Islamic revolution, kept this cause alive and continued to strive for it.

نقائص کشف : کشف صحیح بلاشبہ اللہ کی نعمت ہے۔مگر یہ قبولیت کی دلیل نہیں، بعض کوتاہ اندیش لوگ اسے عنداللہ مقبولیت کی دلیل سمجھ کر محنت ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ایسے لوگوں کے لئے کشف الٹا حجاب بن جاتا ہے۔دوسرا نقص یہ ہوتا ہے کہ صاحب کشف اپنی طرف کمال کی نسبت کرنے لگتا ہے اس کے مقابلے میں وہ شخص فائدے میں ہے اور محفوظ ہے جسے کشف نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس کمی کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے اگر اس کے ذوق میں کمی آجائے تو وہ اپنی کمزوری سمجھتا ہے اس لئے خود بینی سے محفوظ رہتا ہے۔ (امیر محمد اکرم اعوان)

A: 49 Sufis experience various stages, meditations and feelings. As apparent knowledge proceeds by lessons, the inner (spiritual) feelings also progress by stages. Those who have been blessed with Mushahidah must have noticed that during the meditation of 'Fana', everything appears to have disappeared; the whole universe vanishes, leaving behind nothing. When, after that, the meditation of 'Baqa Billah' is conducted, the Lights of the Absolute Being, to which everything owes its existence, are seen with everything. Absolute Existence is of Almighty Allah alone. Everything else exists because HE is maintaining its existence; it has no independent existence of its own. When the Sufis passed through this stage, they said that in reality, existence is of only One Being, that of Almighty Allah, the Eternal, the Infinite. Everything else is, in fact, equal to naught, it exists because HE maintains its existence and vanishes because HE eliminates it. This view was called Wahdat al Wujood. It maintained that 'Being' is only One, the Absolute. When Shaikh Mohayy ud Deen ibn-e 'Arbi included this idea is his book and discussed it at length, it assumed the form of a definite concept. The people who came later, didn't posses such a high level of knowledge and spiritual calibre, therefore a false notion set in with this concept. Instead of believing that everything exists because of Allah, it came to be believed that Allah exists in everything. Gradually the concept of Wahdat al Wujood started to align with the Hindu belief, which asserts the presence of Bhagwan (the Super Being) in everything that appears supernatural or formidable to them. Because of such interpolations, Mujaddid Alif Thani-RUA renamed the concept as Wahdat al Shuhood, signifying that everything is a witness to HIS Oneness; the existence of everything points to the Unity of the Almighty. The concept was thus reformed and the truth refreshed. Every being has its own identity, because Allah has created it, blessed it with life, granted it consciousness and rights. It is as such a witness to Allah's Perfect Power. The Wahdat al Shuhood concept therefore means that every being is bearing testimony to a single fact: the Perfect Power and Absolute Authority of Almighty Allah. This course was adopted to expel the false views that had crept into the concept of Wahdat al Wujood, due to the diminishing level of men's knowledge and spiritual calibre. In essence, both concepts are correct; there is no difference in them, except of terminology. These were the topics of discussions of the scholars, those who were blessed with erudition as well as spiritual excellence. When average people discuss such subjects, they try to interpret them according to their own intellect, knowledge and understanding and thus make mistakes. The concept is one, with two names. It is a part of basic Islamic beliefs that only Almighty Allah is Eternal, everything else is ephemeral.

Q: 50 The struggle for the establishment of an Islamic state and the administration of its affairs is the Sunnah of the Holy Prophet-SAWS and of the Khulafa-e Rashideen (the Rightly Guided Caliphs). A person who uses authority justly

more will he love me when I start believing him? A person of such excellent qualities cannot deceive me. He cannot tell lies.'

Questions and Answers

Q: 47 Who were the real inheritors of Prophetic knowledge of the Holy Prophet-SAWS? If you say, they were the Companions, even they had differences at that time. If you say, they are the Ulama (religious scholars), they have differences even today. If you name the Aulia (saints, spiritual teachers), each one of them has a different way. If you say that the destination of all is the same, only the paths are different, this is not acceptable to me, because the 'Straight Path' is only one.

A: 47 Please understand a basic principle about inheritance of Prophetic knowledge. The Sahabah (the Companions) are the only link between the Holy Prophet-SAWS and the Ummah. The Prophetic heritage reached the Ummah through the Sahabah. If this intermediate link is not reliable, the whole religion is rendered untrustworthy. The question is did Allah Kareem and the Holy Prophet-SAWS grade this link as trustworthy? And if they did, it is not correct to doubt it for any reason. More than a hundred verses of the Holy Quran verify that the Sahabah are not only reliable but also the trustees of the legacy of the Holy Prophet-SAWS and it is one of their duties to convey it to the Ummah. Addressing his Sahabah on the occasion of 'The Last Pilgrimage', the Holy Prophet-SAWS assured his Ummah, 'My Sahabah are like stars; follow any and you will be rightly guided'. Now, it is for the Ummah to either trust Allah and the Holy Prophet-SAWS or adopt the opinion of an ordinary person.

Q: 48 Did the most Exalted Messenger-SAWS address any of his Sahabah as 'Wali, Qutb, Abdal or Ghauth'? Did he assign the Wilayah of any region to someone? Did any Majzoob or Salik exist during his-SAWS time? Did any of his Companions experience rapture?

A: 48 The status of a Sahabi is so high that 'Wali, Qutb, Abdal and Ghauth' don't match even the dust raised by his shoes. Therefore, addressing a Sahabi as Ghauth is like calling a President a peon. Experiencing or displaying rapture is a sign of imperfection. It is not possible that rapture can overwhelm an accomplished Wali.

Q: 49 What is meant by the two Sufi concepts of Wahdat al Wujood (Unity of Existence) and Wahdat al Shuhood (Unification of Observation)? Please explain.

others. **Allah** may grant the leadership qualities to anyone **He** likes; it is such people who are appointed Sahib-e Majaz, women cannot be given this appointment. I had asked Mrs. Siddiq to conduct the women's Zikr sessions in Abu Dhabi. If any woman wants to ask something from the Sahib-e Majaz or their Amir, she should either write to them or speak to them from behind a curtain; direct and intimate conversation is not allowed. If a lady is leading the Zikr, she should conduct the Lataif and the three meditations i.e. Ahadiyyat, Ma'iyyat and Aqrabiyyat and make the Dua. Those who want to revise their advanced lessons, they can do so by themselves.

The sixth point is that the person conducting Zikr should concentrate on Zikr alone. He should not speak during Zikr, except to change the Lataif. If he starts speaking, as some people do at times, it will divert his own attention as well as that of others. Only that person may speak during Zikr, whose normal conversation also radiates spiritual bliss. But that is extremely rare and even all Mashaikh of the Orders do not possess this strength. Hadhrat Ji-RUA had instructed the Majazin to change their own Latifah before changing the Latifah of others. For example, if you are conducting Zikr on the second Latifah and want to go to the third, you should first change your own Latifah. After a few moments of Zikr, when your third Latifah starts receiving Divine lights you should instruct others to change their Latifah. The flow of Divine Lights will not be interrupted and they will also start receiving the lights being reflected by your Latifah. But if you speak during Zikr, it will distract them, as if they have started the first Latifah now. They would have to restart from the beginning.

The seventh point is that we don't have to contest others nor we have to impose ourselves on them. Anyone who recites the Kalimah is a Muslim, by **Allah** grace; may **Allah** favour all Muslims and guide them. If we engage in Zikr, we are actually working extra, we are putting in a greater effort for our own sake. The person who earns more by working twenty-four hours in a factory has no right to criticise those who work only eight hours, everyone earns for himself. Similarly, if we are working slightly extra, we have absolutely no right to criticise or deride others; nor should we try to forcibly convince them. If we are sincere to this religion, and work for the good pleasure of **Allah**, then we should understand that any Muslim, who is serving the religion in any way, is actually doing our job, he is assisting us in our mission. We must give him our love, Islam is not the religion of hate but of love.

Once, some disbelievers visited the holy Prophet-SAW with the intention to contest and criticise him. He lodged them in his mosque with respect and honour. During the night, one of them eased himself in the mosque. When it was known in the morning, Hadhrat Umar Faruq-RAU drew his sword to avenge this act of sacrilege. The holy Prophet-SAW restrained him and said, "O Umar, he is a disbeliever. He is not obliged to respect the mosque. We cannot punish him as he is our guest. Just throw the polluted soil out of the mosque." This kindness inspired the disbeliever to accept Islam. It retrieved him from the abyss of disbelief and elevated him to the status of Companionship. He thought within himself, 'the holy Prophet-SAW cares for me so much even when I don't believe him. How much

body. Similarly, the husband is a source of protection, grace and honour for his wife. It does not befit him to narrate the follies of her wife publicly, otherwise he does not remain her cover because he is not covering her any more. Similarly, no wife should discuss her matrimonial and domestic affairs with other women. Otherwise she, too, would not be a good cover for her husband. Those who perform **Allah**'s Zikr should possess greater accommodation and tolerance. If a husband commits a mistake, the wife still remains responsible to look after his comfort and protect his honour. But, if she also ignores her duty, then she is no better than him. He should repent and correct himself; otherwise he would be answerable to **Allah**. Similarly, when a wife commits any mistake, the husband should counsel and advise her politely and try to reform her.

Our problem is that we teach our women everything save religion, that is a grave mistake. **Allah**'s Zikr should grant us the realisation to look after the rights of our parents, children, wife, husband, brothers, sisters and other relatives. Again, the basic aim of performing **Allah**'s Zikr is to acquire the strength to follow the Shari'ah. These rights have been defined by the Shari'ah. If we don't follow the Shari'ah, then what is the effect of **Allah**'s Zikr? Similarly, women should also safeguard the rights of near relatives, enjoined by religion. Private conversation of any lady with the Sahib-e Majaz is not allowed. If she must talk to him, she should not be alone during the dialogue but be accompanied by a senior lady. If she does not want to share her secrets with anyone, she can write to me directly. Here, I have asked one of the sisters to explain Zikr to the ladies and also conduct their Zikr sessions. If they need to know something, she can ask her husband or tell them to write to me, there should be a proper organisation for women. They can meet separately and perform **Allah**'s Zikr. If they join the central Zikr sessions or if a Sahib-e Majaz conducts their Zikr, they should sit separately behind a screen, where they can hear the call to change the Lataif. After Zikr and Du'a they should leave separately. By **Allah**'s grace, this blessed Order is growing and there is a greater need to take these precautions. Otherwise, there will be many problems and people will be religiously harmed instead of being benefited.

The fourth point is that the Sahib-e Majaz can conduct others up to the spiritual stages of Fana Baqa. They cannot take anybody beyond these stages nor can they present anyone for the spiritual Bai'at with Prophet Muhammad-SAW. If anybody else conducts Zikr, he should complete the Lataif followed by the Maraqbat (Meditations) and the Du'a.

The next point relates to the position of the Shaikh. One can discuss one's personal and private affairs with the Shaikh. It is obligatory for the Shaikh not to reveal the affairs of anyone and for the sake of **Allah**, give him correct and sincere advice in accordance with the Shari'ah; the Shaikh is the greatest custodian of secrets. He should not disclose anything except small everyday matters. Those persons, especially women, who hear any such thing from the Shaikh must keep it to themselves.

I have already stated that it is not my sole prerogative to appoint a Sahib-e Majaz. In every organisation, certain people are selected to control and guide

his worldly requirements. The sole aim of our effort is to develop the realisation to accord our preference to religion.

Allah has blessed innumerable women beside men. They perform Żikr not only in Muslim countries but even in Europe and Scandinavian countries which are the nurseries of vice and the evils of modern civilisation. They perform **Allah**'s Zikr and follow the religion completely, this is a great Divine favour. They write to me from Northern Norway, where the day and night each spans six months, and inquire about religious orders pertaining to their peculiar climatic environments. Recently they wrote that they had grown to sixteen families. They were planning to sell their houses to buy a whole locality where they could collectively pray in a mosque. Previously, they had been offering their prayers in one of the houses, but it was not spacious enough to accommodate the increasing number of followers. It is indeed a very great favour of **Allah** that he has raised such pious people in a society where there is hardly any concept of piety, modesty, or even religion. They spend their time and money and come here during our annual congregation to learn **Allah**'s Zikr. The effort is designed to facilitate total adherence to the Shari'ah and acquire greater capacity to work harder for this cause.

Now that many women have also joined us in **Allah**'s Zikr and their number is gradually increasing, there is a greater need to define relevant procedures and etiquettes. It is a delicate subject which has been emphasised by all civilised nations in one form or the other, but Islam has assigned it a special significance. Islam has assigned a high status of respect and honour to women. It has also defined their work parameters, which cannot be crossed even under the pretext of worship or Zikr. I had explained these rules and procedures in Abu Dhabi also. Some members of the Order have been appointed as Sahib-e Majaz (those permitted by the Shaikh to conduct Zikr and conduct others unto the stages of the Path) at every place, but they should conduct the Zikr of men. Zikr session for women should be arranged separately. The instructions of Shari'ah regarding Purdah (Hijab) should be observed. Women should sit behind a curtain where they can hear the voice only. They may hear directly or through a loud speaker. Hearing a male's voice for religious education is permitted for them. During the time of the holy Prophet[-SAW], women prayed behind men in the Prophet's Mosque and also listened to sermons. Even today, separate arrangements are made for them to pray in the mosque behind the ranks of men or in a screened compartment at one side of the mosque, they still hear the voice through a loud speaker. They can join when prayer begins and leave soon after it is over. Religious worship like prayers, fasting, etc. is as obligatory for women as for men. They must also perform **Allah**'s Zikr.... *and those men who perform **Allah**'s Zikr and those women who perform **Allah**'s Zikr. **He** has prepared for them forgiveness and an immense reward.* (33: 35).

The second point which I want to emphasise is that we perform **Allah**'s Zikr only for **His** Good Pleasure. We don't gather to appreciate or criticise others or discuss our family problems, this principle is applicable to men and women, alike. **Allah** has described the husband and wife as each other's clothes. Our clothes protect against the effects of the weather, covers us from shame and adorns the

reason, once again arranged a free and generous distribution of this medicine of inner blessings through this Exalted Order. It is indeed a great Divine favour that everyone who joins this Order certainly receives his blessed share.

However, it is a common notion that, as a natural result of our worship (Zikr and good deeds) we should never come across any problems. We should neither fall sick, nor face adversity, nor encounter any difficulty in practical life - it is a gross misconception. On the other hand, **Allah** praises those of **His** slaves who sacrifice many things to attain **His** Pleasure. They endure hardship in **His** way and forsake many desires for **His** cause. There is yet another fallacy which needs to be corrected, people want others to praise them for doing **Allah**'s Zikr. Yet **Allah** has praised those of **His** slaves who don't care for worldly recognition for their efforts in **His** way. It implies that anyone who strives in **Allah**'s cause is sure to be subjected to public derision. The holy Prophet-SAW has advised, "Perform **Allah**'s Zikr till people start calling you mad." In my opinion, both concepts of using **Allah**'s Zikr, either to solve worldly problems or to win public praise, are fundamentally wrong. This path is really very difficult, that is why most people don't venture to go this way. **Allah** has **Himself** said that only a few of **His** slaves are thankful - those who have the courage to walk this way. If you count those who endure hardships in **Allah**'s way amongst mankind, their number will be negligible.

Religion receives the least priority in life. If someone has to leave only one thing in life, he would leave religion without any hesitation. He would be prepared to abandon **Allah**'s worship on the smallest pretext. If he contracts a common cold, he would not stop eating, drinking or working, but he would immediately and definitely stop praying, this is the greatest human weakness. **Allah** appreciates those slaves who don't abandon Islam even at the cost of their lives. However, it requires a supreme resolve to go that far. I don't wish to prolong this discourse, but the real object of all this effort and endeavour is to develop an inner strength that makes **Allah**'s obedience easy and enables a person to leave the prohibited and adopt the permitted. All Zikr, meditations, verbal incantations and physical efforts are meant to produce the resolve to follow the Shari'ah. The religion should become a pleasant responsibility rather than a gruesome burden. Once we like something, we enjoy all its related activity. When we buy a car, we tend to ignore the better points of other cars and always prefer our choice. It may be more expensive and may require greater maintenance but we purchase it simply because we like it. We undergo an apparent financial loss, but we enjoy the deal. Similarly, we will buy a house of our choice at a higher price, well knowing that living in that house, will not in any way, increase our age. **Allah** has allowed us to spend our money to buy our choice. We need to develop a similar love for the religion, which will propel us to happily spend for its cause, devote the time and undergo many hardships. We should be willing to preserve religion at the cost of a worldly loss. The holy Prophet-SAW said that both the religious obligations and worldly requirements cannot be satisfied simultaneously. If a person decides to fully attend to his worldly affairs, he will definitely have to forego some religious obligations and if he decides to give priority to the religion, he will have to sacrifice some of

PARAMETERS OF THE SILSILAH

Translated Speech

of

His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

Dar ul Irfan, Munara, Pakistan

It is a great favour of Almighty **Allah**, not because I proclaim it, but history bears witness that the manner in which this exalted Order has distributed Prophetic blessings was observed only during the earliest period of Islam; it has no other parallel in Islamic history. Everyone who attended the august company of the holy Prophet-SAWS acquired the status of a Companion and his heart was instantly illuminated. There was no discrimination of social status, knowledge, age or gender to acquire this blessing. Similarly, those who came to the Companions, were called Taba'in and those who visited the Taba'in were known as Tab'a Taba'in. Religious knowledge was then compiled and classified into various branches and scholars dedicated their lives to learn and teach them. Inner blessings were similarly preserved in the bosoms and handed down through the generations as spiritual heritage. With the passage of time, the intensity of these blessings diminished. Islamic history is replete with the names of those renowned servants of the Faith who sacrificed everything and endeavoured resolutely to acquire these blessings, they certainly outnumber the stars in the sky. But, it had been a regular pattern that they instructed the majority of their disciples in external reformation only and transferred these inner blessing to a select few. This was not by their intent or purpose but by a Divine arrangement. Divine Wisdom provides for an item at a place where it is most needed at that time. Probably this blessing is once again required by humanity after fourteen hundred years. Religion is being propagated with great zeal and effort during these times. Modern facilities have significantly reduced the distance and time and have facilitated the use of new methods and techniques. There are many magazines which print religious material only, other magazines contain several articles on religion. Each village, town and city has numerous mosques which resound with religious lectures, especially on Fridays. Then, there are many devout Muslims who leave their jobs and worldly comforts, and actively preach religion throughout their lives. Somehow, the results are not commensurate with the magnitude of effort. Probably the human capacity for acceptance of truth and self reformation has reduced with time. Either our hearts have rusted or require stronger medication. The Gracious Lord has, for that